ملت اسلامیہ کے اتحاد کا علمبردار
ماہنامہ فیصل آباد (پاکستان)

خلافت راشدہ

مارچ 2004ء

فاتح عرب و عجم

امیر المومنین داماد علیؓ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حالات

کارنامے

فتوحات

شہادت یکم محرم

مظلوم کربلا نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

فضائل و مناقب

شہادت: ۱۰ محرم

سعودی عرب کے حکمران خاندان آل سعود کا تعارف

سپاہ صحابہ کے نام سے ہی تنظیم نو کا آغاز کریں گے

مولانا محمد احمد لدھیانوی سے تفصیلی انٹرویو

دہشت گردی ملک و قوم کیلئے خطرہ ہے
سانحہ کوئٹہ کی مذمت کرتے ہیں

شہید ناموس صحابہ
حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ
کی پارلیمانی جدوجہد

واقعہ کربلا پس منظر
حقائق کی روشنی میں

وکیل صحابہؓ پیر طریقت
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ
سفینۂ اہلسنت کا ناخدا چل بسا

خمینی نے مجھے خاص مشن کیلئے پاکستان بھیجا تھا

سابق شیعہ مجتہد امیر رضا تقی سے خصوصی انٹرویو

کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ملت اسلامیہ کے اتحاد کا علمبردار

ماہنامہ

خلافت راشدہ

فیصل آباد (پاکستان)

مارچ 2004ء مطابق محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

شمارہ نمبر 3 جلد نمبر 15

چیف ایڈیٹر ◄ انجنیئر طاہر محمود
Tahirengr@hotmail.com

ایڈیٹر ◄ حافظ محمد اقبال سحر
Iqbalsaher@hotmail.com

سرکولیشن مینجر ◄ حافظ عبدالغفار
0300-7610220

آئینہ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ	5
2	کرے کوئی بھرے کوئی	8
3	انٹرویو	9
4	اصحاب سید المرسلین	19
5	سالِ نو مبارک	20
6	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	21
7	سیدنا حسین ابن علیؓ	27
8	مشن جھنگویؒ	28
9	آلِ سعود کا تعارف	29
10	سفینۂ اہلسنّت کا ناخدا چل بسا	31
11	واقعہ کربلا کا پسِ منظر	33
12	انٹرویو	39
13	تحقیق و تجسس	43
14	دستک کیوں نہ دوں؟	45

قیمت 15 روپے

زرسالانہ 165 روپے

بدل اشتراک سالانہ

متحدہ عرب امارات 100 درہم، امریکہ 30 ڈالر
سعودی عرب 100 ریال، برطانیہ 12 پونڈ، بھارت، بنگلہ دیش 200 روپے

ترسیل زر و خط و کتابت کیلئے ◄ دفتر ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' ریلوے روڈ فیصل آباد فون نمبر: 640024

اکاؤنٹ:- حافظ عبدالغفار انور 3-776 الائیڈ بینک، ریجنسی پلازہ فیصل آباد

انجنیئر طاہر محمود نے اسود پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' ریلوے روڈ فیصل آباد سے شائع کیا۔

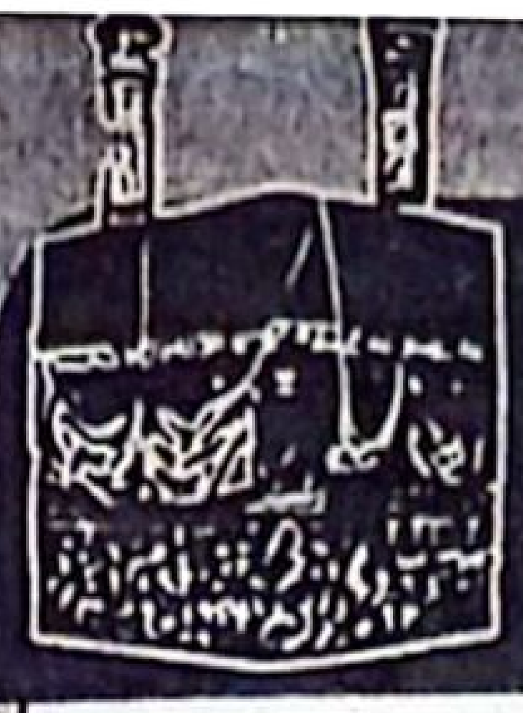

فرمان الٰہی جل جلالہ

و ان تصبهم حسنة يقولوا هذه من عندالله و ان تصبهم سيئة يقولوا هذه من عندک قل کل من عندالله فمال هؤلاء القوم لا يکادون يفقهون حديثاo

ترجمہ: اور اگر انہیں کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں، یہ اللہ کی جانب سے (اتفاقاً) ہوگئی اور اگر انہیں بری حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں، یہ آپ کے سبب سے ہے۔ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے۔ (سورۃ النساء، آیت: ۷۸)

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

وعن ابی هريره رضی الله عنه انه سمع النبی صلی الله عليه واله وسلم يقول ان العبد ليتکلم بالکلمة مايتبين فيها يزل بها الی النار ابعد مما بين المشرق والمغرب۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا "بے شک ایک بندہ بات کرتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ وہ اچھی ہے یا نہیں تو وہ اس بات کی وجہ سے دوزخ میں اتنی گہرائی تک گرجاتا ہے جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔" (متفق علیہ)

اصحاب رسول

اے الہ العلمین ایمان کیسا ہوگا؟...... وہ پیمانہ بھی بتلا کہ جس پیمانے کے مطابق ہم اپنے ایمان کو دیکھیں کہ واقعی ہمارا ایمان اس ایمان کے مطابق ہے یا نہیں؟...... اس پیمانے کے مطابق ہے یا نہیں؟...... رب العلمین فرماتے ہیں...... فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا۔ دنیا میں رہنے والے انسانو!...... اگر تم ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو...... فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا...... اصحاب رسول جیسا ایمان لاؤ...... تب تمہارا ایمان قابل اعتماد ہے...... اگر ان جیسا ایمان نہیں لاؤ گے...... تمہارا ایمان قابل اعتماد نہیں ہے۔ کروڑوں ایمان کے دعوے کرتے پھرو...... تم مومن کہلانے کے روادار نہیں ہوسکتے...... کیوں نہیں ہوسکتے؟ جب تک تم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت جیسا ایمان نہیں لاتے...... کروڑوں بار کلمے پڑھتے پھرو...... تم مومن نہیں ہوسکتے...... ایمان کا معیار صحابہ کا ایمان ہے...... میرے اور آپ کیلئے صحابہ کا ایمان معیار ہے...... صحابہ معیار حق ہیں...... آیئے! رب سے پوچھتے ہیں...... الہ العلمین آپ کو...... وہ کون سا کمال نظر آیا...... وہ کون سی چیز نظر آئی...... وہ کون سی صفت نظر آئی کہ آپ نے یاران رسول کے ایمان کو معیار قرار دیا...... کیا وجہ تھی؟...... کون سا کمال...... کون سی عظمت...... کون سی صفت نظر آئی...... میرے بھائیو...... رب العالمین نے دیکھا...... یہ وہ جماعت ہے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہونے سے پہلے ان کی پوزیشن یہ تھی...... کنتم اعداء یہ ایک دوسرے کے دشمن تھے...... جب آمنہ کے لال کے دامن سے وابستہ ہوئے...... قرآن کہتا ہے فالف بين قلوبکم ہم نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی...... کل ان کے دلوں میں نفرت تھی...... آج محبت پیدا کی کل ان کے دلوں میں دشمنی تھی...... آج دوستی پیدا کی۔ (اقتباسات: خطبات علامہ شعیب ندیم شہید)

افضلُ الجہادِ کلمۃُ حقٍ عِندَ سُلطانٍ جائرٍ

کلمۃ الحق

......سانحہ کوئٹہ......

ملک، قوم اور اسلام کے خلاف گہری سازش

کوئٹہ میں عاشورہ محرم کے جلوس پر حملے سے ۵۰ افراد ہلاک جبکہ ۱۵۰ سے زائد زخمی ہوگئے۔ ہلاک ہونے والوں میں پانچ پولیس اہلکار بھی شامل ہیں۔ اس واقعہ کے بعد مشتعل افراد نے توڑ پھوڑ کی۔ پچاس سے زائد دکانیں اور مکان نذر آتش ہوئے۔ شہر میں لوٹ مار کا بازار بھی گرم ہوا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے احتجاجی ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے آنسو گیس استعمال کی۔ امن وامان کی صورتحال کنٹرول میں رکھنے کے لئے کوئٹہ کی شہری حدود میں کرفیو نافذ کردیا گیا۔ سرکاری ذرائع کے مطابق دو حملہ آور موقع پر ہی جاں بحق ہوگئے، جبکہ ایک کو زخمی حالت میں گرفتار کرلیا گیا ہے۔

وانا آپریشن کے حالات کے پیش نظر یوم عاشورہ پر کسی ایسی ہی کارروائی کا خطرہ محسوس کیا جارہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت نے چاروں صوبوں میں محرم الحرام کے دنوں میں حفاظتی انتظامات پر خصوصی توجہ دی اور امن وامان بحال رکھنے کے سلسلہ میں حفاظتی انتظامات پر خصوصی توجہ دی اور کئی اقدامات کئے گئے، مگران حکومتی اقدامات کے باوجود یوم عاشورہ کے جلوس پر کوئٹہ اور پھالیہ میں فائرنگ کی گئی اور بم پھینکا گیا جس کے نتیجے میں امن و امان کی صورتحال خراب ہوئی۔

اگرچہ ماضی میں بھی اسی طرح کے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں، لیکن اس وقت جبکہ حکومت کے بقول اس نے تمام دہشت گرد مذہبی عناصر کی کمر توڑ دی ہے جو ملک کو دہشت گردی کے ذریعے انتشار میں مبتلا کرسکتے ہیں تو پھر یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ بیرونی دشمن عناصر کی کارروائی ہے۔ ہوسکتا ہے امریکہ طالبان اور القاعدہ کو ان حملوں کا ذمہ دار قرار دے کر ہماری حکومت کو غلط راستے پر ڈال دے۔ امریکی ذرائع ابلاغ کربلا میں ہونے والی ہلاکتوں اور کوئٹہ کے واقعات کو ایک ہی سلسلے کی کڑی قرار دیکر پاکستانی گورنمنٹ اور عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

چند ماہ قبل کوئٹہ میں اسی نوعیت کے دو واقعات کے بارے میں حکومت نے یہ واضح موقف اختیار کیا تھا کہ ''اس میں بیرونی ایجنسیوں اور شرپسندوں کا ہاتھ ہے۔'' بہرحال بلوچستان میں حکومت کی ذمہ داری دوسروں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ایران اور افغانستان سے ملنے والی سرحد پر ''خاد'' اور ''سی آئی اے'' جیسی بیرونی ایجنسیاں سرگرم ہیں اور خاد کو ''را'' کی خصوصی معاونت بھی حاصل ہے جو پاکستان کو عدمِ استحکام سے دوچار کرنے کے لئے اس طرح کی کارروائیوں میں مستعد رہی ہے۔

سانحہ کوئٹہ سے حکومتی اداروں اور خفیہ ایجنسیوں کی تساہل پسندی و نااہلی کا جو تاثر ابھرا ہے حکومت کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حکومت کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد امریکی جنگ کا پاکستان کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ پاکستان آخر کب تک اپنے وسائل اور توانائیاں اپنے ہی دوستوں کے خلاف صَرف کرکے اپنے دفاع، سلامتی اور امن وامان کی صورتحال سے کیسے بے نیاز رہ سکتا ہے۔

سانحہ کوئٹہ پر جنرل پرویز مشرف اور وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی نے مذمت کرتے ہوئے متعلقہ محکموں کو ہدایت کی ہے کہ اس میں ملوث مجرموں کی گرفتاری کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ وزیراعلیٰ بلوچستان جام محمد یوسف نے سانحہ کوئٹہ کی تحقیقات کے لئے ہائیکورٹ کے جج پر مشتمل عدالتی کمیشن قائم کردیا ہے۔

کالعدم ملت اسلامیہ پاکستان کے مرکزی سربراہ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے سانحہ کوئٹہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ انتہائی مذموم فعل اور افسوس ناک واقعہ ہے حکومت غیر جانبدارانہ تفتیش کرتے ہوئے اصل سازش کو بے نقاب کرے۔ انہوں نے کہا کہ گرفتار زخمی ملزم ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم متعین کرکے اس کے علاج معالجے پر توجہ دی جائے تاکہ سازش کو بے نقاب کرنے میں مدد ملے اور جس ہوٹل سے مبینہ طور پر فائرنگ کرنے کا کہا جارہا

ہے۔ اس کے مالکان سمیت ملازمین کو بھی گرفتار کر کے شامل تفتیش کیا جائے۔ اس طرح کے واقعات ملکی سالمیت سے کھیلنے اور ملک کو فرقہ واریت کی آگ میں جھونکنے کے مترادف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کالعدم ملت اسلامیہ کے قائدین و کارکنوں نے محرم الحرام میں ملک بھر میں قیام امن، فرقہ واریت کے خاتمہ اور ملک کی سلامتی کے لئے حکومت اور انتظامیہ سے بھرپور تعاون کیا ہے اور آئندہ بھی تعاون کی پالیسی جاری رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ ملک بھر میں مجموعی طور پر امن رہا اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ تاہم کوئٹہ یا دیگر جن علاقوں میں یہ واقعات پیش آئے ہیں، یہ وہ علاقے ہیں جہاں شیعہ ذاکرین نے صحابہ کرامؓ پر تبرابازی کی جس کی وجہ سے ایسے واقعات رونما ہوئے۔

وانا اپریشن...... وطن عزیز کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کے مترادف ہے

جنوبی وزیرستان ایجنسی میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ کے نتیجے میں ۱۳ افراد جاں بحق اور سات شدید زخمی ہوگئے۔ جاں بحق ہونے والوں میں ۵ مقامی وزیر قبائلی اور ۸ افغان باشندے شامل ہیں۔ یہ واقعہ ۲۸ فروری ۲۰۰۴ء ہفتہ کے روز پیش آیا۔ صوبہ سرحد کی حکومت اور عوام کو اعتماد میں لئے بغیر پاک فوج کے اس آپریشن سے مثبت نتائج برآمد نہیں ہوسکتے۔ اس خواہ مخواہ کی جنگ میں ہلکان ہونے کی آخر کیا ضرورت ہے۔ اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کے لئے کئے گئے اس آپریشن میں پاکستانی شہری نشانہ بن رہے ہیں اور ان کے مکان مسمار کئے جارہے ہیں۔ جس سے مقامی قبائل میں اشتعال پھیل رہا ہے۔ صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ اکرم خان درانی کا اس آپریشن کے بارے میں کہنا ہے کہ "یہ پاک فوج اور قبائلیوں میں خلیج پیدا کرنے کا باعث بن سکتا ہے"۔

اس طرح کے واقعات سے علاقے میں غم وغصہ جنم لے رہا ہے اور ملک کے دوسرے حصوں میں مایوسی، بے یقینی اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہورہی ہے، جبکہ امریکہ کی واضح حکمت عملی سامنے ہے کہ وہ نہ صرف دشمنوں، عرب اور افغان مجاہدین کا قلع قمع کررہا ہے بلکہ دنیا کی واحد اسلامی نیوکلیئر قوت کو بھی اندرونی مشکلات اور عدم استحکام سے دوچار کررہا ہے۔

پاکستانی عوام عرب مجاہدین اور افغان پناہ گزینوں کے خلاف کسی قسم کے ظالمانہ آپریشن کے حق میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ پاکستان کے دشمن نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے کوئی ایسا جرم کیا ہے کہ جس کی سزا کے لئے ان کی گرفتاری ضروری ہے۔

حکومتی ترجیحات کا یہ عالم ہے کہ لورالائی جانے والی بس کے ۱۶ مسافر اب تک بازیاب نہیں کرائے جاسکے لیکن اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کے لئے سارے وسائل جھونکے جارہے ہیں۔ حکومت پاکستان نہ صرف اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے بلکہ قبائلی علاقوں میں آپریشن بند کر کے پاک فوج کو مشرقی سرحدوں پر تعینات کیا جائے تاکہ خدانخواستہ اگر بھارت کسی قسم کی شرارت کرے تو اسکا جواب دیا جاسکے۔

وکیل صحابہؓ حضرت قاضی مظہر حسینؒ انتقال فرماگئے

تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے سربراہ، وکیلِ صحابہؓ حضرت قاضی مظہر حسین گزشتہ دنوں ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو چکوال میں انتقال فرماگئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) آپ کی عمر ۹۰ سال کے لگ بھگ تھی۔ آپ یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو رئیس المناظرین مولانا کرم الدینؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ سے دورہ حدیث کرنے کے بعد ۱۹۳۸ء کو دارالعلوم دیوبند میں مولانا اعزاز علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جہاں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جیسی عظیم ہستی کی قربت بھی حاصل رہی۔ آپ نے اپنی زندگی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ نصف درجن سے زائد کتب تصنیف کیں۔ بارہا قید وبند کی صعوبتوں سے واسطہ پڑا، لیکن آپ اپنے مشن اور موقف سے بہرصورت دستبردار نہیں ہوئے۔ بلاشبہ آپ کی زندگی قابل رشک ہے۔

آپ کے جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ جنازہ میں شرکت کرنے والی نمایاں شخصیات میں حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب (کراچی)، مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری (ملتان)، مولانا مفتی محمد انور (کبیر والا) و دیگر شامل ہیں۔ آپ کو آبائی قصبے بھیں میں والد گرامی کے پہلو میں سپردِ خاک کردیا گیا۔

CamScanner

فکرِ جھنگوی شہیدؒ

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ نے ...... جان جوکھوں میں ڈال کر ...... توحید کی دعوت کے فروغ میں ...... کوئی کسر نہیں چھوڑی ...... صحابہ کرامؓ کی زندگی بھی مصائب و عواقب سے عبارت ہے ...... اللہ کی سب سے برگزیدہ ہستی ...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے راستے میں ...... کانٹے بچھائے گئے ہیں ...... ان کے چہرے پر کوڑا ڈالا گیا ...... ان پر آوازے کسے گئے ...... ان کو طعنہ زنی کا نشانہ بنایا گیا ...... جب اللہ کے سب سے بڑے محبوب ﷺ کو دین کی راہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ...... تو لازمی امر ہے کہ جو شخص خالصتاً رضائے الٰہی کیلئے ...... دین کے کسی شعبے میں کام کرے گا ...... کسی موقع پر دین کیلئے ڈٹ جائے گا ...... جسے دین سمجھے گا ...... اسی پر سب کچھ قربان کر دینے کو تیار ہوگا ...... اسے بھی دکھوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا ...... ایک عظیم انسان ...... اور سپاہِ صحابہؓ کے کارکن کیلئے تمغۂ امتیاز ...... اس کا اپنے مشن پر کاربند رہنا ہوگا ...... اسے اپنوں کے ہر طعنے سن کر بھی ...... اپنے نصب العین کی آواز بلند کرنی ہوگی ...... میری عقل ماؤف نہیں ہوگئی ...... میرے دماغ میں کوئی خرابی نہیں ...... میرے عقل و خرد پر پردہ نہیں پڑا کہ مجھ پر بیسیوں مقدمے قائم ہیں ...... ہر ضلع میں پولیس میرا راستہ روکے کھڑے رہتی ہے ...... میں کئی کئی مقامات پر سارا سارا دن ...... عدالتوں کے دروازے میں تاریخ پیشیوں کیلئے ...... پریشان کھڑا رہتا ہوں ...... ان تمام پریشانیوں کے باوجود ...... میں رافضیت کے کفر پر قائم ہوں ...... ہر جگہ ان کا دجل آشکار کر رہا ہوں ...... حکومت سدِ راہ ہے ...... کئی سیاستدان مجھے روک رہے ہیں ...... کئی مصلحت پسند مجھے درسِ امن دے رہے ہیں ...... میں یہ سب کچھ اس لئے کر رہا ہوں کہ اے سنی ...... تو رافضی کو مسلمان سمجھ کر اپنی لڑکی ان کو دے کر ...... ساری زندگی زنا کی وادی میں نہ دھکیل ...... ان کے ساتھ بیٹھ کر ...... ان کے جنازوں میں شریک ہو کر ...... ان کے ساتھ قربانیوں میں شریک ہو کر ...... اپنے ایمان کا گلشن ویران نہ کر ...... لاعلمی اور مصلحت کی خاطر ...... اپنے دین سے دشمنی نہ کر ...... میں تو اتمام حجت کر رہا ہوں ...... میں تو اپنا پیغام ایک مرتبہ ...... ہر کوچے، ہر شہر، ہر علاقے ...... اور ہر ملک میں پہنچا کر رہوں گا ...... میں اس مشن پر اپنی جان تک ...... قربان کرنے سے دریغ نہیں کروں گا ......

(آل پاکستان دفاعِ صحابہؓ کانفرنس جھنگ میں خطاب سے اقتباسات)

علامہ فاروقی شہیدؒ نے فرمایا

ایسے معاشرہ میں جہاں بچیوں کو زندہ دفن کیا جاتا ہے ...... ایسے معاشرے میں جب قیصر و کسریٰ نے عورت کو شوکیسوں میں لا کر کھڑا کر دیا ...... اور لڑکیوں کو بازاری جنس بنا دیا گیا ...... عورتوں کو منڈیوں میں کھڑا کیا گیا ...... ان کی عزتوں کے سودے کئے گئے ...... ایسے معاشرے میں میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ...... جو شخص کسی لڑکی کی طرف بری نگاہ سے دیکھے گا ...... اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا ...... وہ معاشرہ جہاں عورت کی منڈی لگتی ہے ...... عورت کی عزت نیلام کی جاتی ہے ...... عورت بے حیاء بن کر ...... بے آبرو ہو کر سڑکوں پر آتی ہے ...... اور ایسا وقت بھی آیا ...... جب فاطمۃ الزہراؓ کی وفات کا وقت آیا ...... تو فرمایا ''علیؓ میرا جنازہ رات کو اٹھانا'' ...... علیؓ نے فرمایا تیرے جنازہ میں ...... مختلف جگہوں سے ...... اور دیہات کے لوگ آئیں گے ...... حضرت فاطمہؓ نے فرمایا ...... کہ میرا چہرہ یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے ...... یا مرتضیٰؓ نے دیکھا ہے ...... میں چاہتی ہوں کہ جب میں مر جاؤں ...... تو میرا کفن بھی کوئی غیر محرم نہ دیکھے ...... یہ معاشرہ تھا ...... جو تبدیل ہوا ...... بازار عورتوں کے لگتے ...... لیکن عائشہؓ نے کہا کہ جس حجرے میں اب عمرؓ کی قبر ہے ...... میں بے پردہ داخل نہیں ہو سکتی ...... وہ معاشرہ جس میں عورت کی منڈی اور بازار لگتا تھا ...... جب تبدیلی آئی ...... اور شرم و حیاء آیا ...... تو فرشتوں نے رشک کیا ...... یہ تبدیلی ہے ...... یہ انقلاب ہے ...... اس انقلاب کو چشمِ فلک نے دیکھا ہے ...... اس انقلاب کو قیصر و کسریٰ نے دیکھا ہے ...... انقلاب ہٹلر نے بھی برپا کیا ...... ساڑھے نو لاکھ انسان قتل کرائے ...... انقلاب مسولینی کا بھی آیا ...... ساڑھے سات لاکھ انسان قتل کرائے ...... انقلاب ابراہیم لنکن کا بھی آیا ...... چار لاکھ آدمی امریکہ میں قتل کرائے ...... انقلاب لینن اور مارکس کا بھی آیا ...... کہ ستر لاکھ انسانوں کو ملک سے نکال دیا گیا ......

لیکن ایک انقلاب مکہ میں آیا ...... وہ مدینہ میں آیا ...... جس کو شاعر نے کہا ہے کہ:

کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

فرموداتِ اعظم طارق شہیدؒ

حالات کی تند و تیزی ...... اتار چڑھاؤ ...... ردّ و بدل کے ساتھ ...... حکمتِ عملی کے تقاضوں کے تحت ...... اگر ہم کسی وقت اپنے لہجے اور انداز میں ...... قدرے ایک تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرتے ہیں ...... تو اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا ...... کہ ہم نے اپنا راستہ بدل لیا ہے ...... اپنے نظریئے ...... اپنے مشن ...... اور اپنے مؤقف میں ...... کوئی تبدیلی پیدا کر لی ہے ...... اپنوں کو وہم ہوتو ہو ...... دوستوں کو شک پڑے تو پڑے ...... لیکن دشمن کو کم از کم آج بھی ...... اس بارے میں ...... کوئی شک و شبہ نہیں ...... اور یہی وجہ ہے ...... ہمارا دشمن جو ہتھکنڈے گزشتہ تیرہ چودہ سال سے ...... آزماتا چلا آ رہا ہے ...... آج بھی وہ انہی ہتھکنڈوں کو استعمال کر رہا ہے ...... گولی، راکٹ، لانچر، فائرنگ ...... اور بم دھماکے آج بھی ...... اس نے یہی راستہ اختیار کیا ہے ...... اور وہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی سے باز نہیں آیا ...... اور وہ باز آ بھی کیسے سکتا ہے؟ ...... و دوالو تکفرون کما کفروا ...... وہ تو چاہتے ہیں کہ تم بھی ...... اسی راستے پر چلو ...... جس کفر کے راستے پر وہ چل رہے ہیں ...... فتکونون سواءً ...... تاکہ سب ایک ہو جائیں ...... سب برابر ہو جائیں ...... وہ نظریات جو کفر پر مبنی ہیں ...... ہم بھی انہیں تسلیم کر لیں ...... فتکونون سواءً ...... سب مجلس عمل بن جائیں ...... لیکن ہرگز نہیں ...... حق و صداقت کے راہی ...... تمام تر مشکلات کے باوجود ...... ہر رکاوٹ کے باوجود ...... اپنی راہ پر چلتے ہی رہا کرتے ہیں ...... کفر راستے میں جتنے بند باندھے ...... کوئی بھی چال چلے ...... یا سازش کا راستہ اختیار کرے ...... اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ......

(۸/ اگست ۲۰۰۲ء جھنگ میں جمعہ کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب)

کرے کوئی بھرے کوئی

ابن علی کے قلم سے

1979ء میں ایران میں شاہ ایران کے خلاف کامیاب احتجاجی تحریک کے بعد شیعہ پیشوا خمینی برسر اقتدار آیا تو اس نے اس تحریک کو اسلامی انقلاب کا نام دے کر دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں یہ انقلاب برآمد کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس مقصد کے لئے دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی ایرانی سفارتخانوں اور درجن بھر خانہ ہائے فرہنگ ایران کے ذریعے خمینی کی تمام کتابوں اور لٹریچر کے اردو، انگریزی، پشتو اور سندھی میں تراجم کر کے لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کئے گئے۔ ان کتابوں میں کیا لکھا تھا۔ اس کی ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

شیخین ابوبکرؓ، عمرؓ اور ان کے رفقاء، عثمانؓ، ابوعبیدہؓ وغیرہ دل سے ایمان ہی نہیں لائے تھے۔ صرف حکومت اور اقتدار کی طمع اور ہوس میں انہوں نے بہ ظاہر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے کو چپکا رکھا تھا۔ چپکا رکھنے کے بارے میں ان کے اصل فارسی الفاظ ملاحظہ فرمائیں "آنہا نیکہ سالہا در طمع ریاست خود را بدین پیغمبر چسپانده بودند"۔

اسی طرح کی تمام کتابیں جن میں خمینی نے صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفاء راشدینؓ خلفاء ثلاثہؓ کے بارے میں انتہائی نازیبا الفاظ جگہ جگہ بیان کر کے اسلام کے اصل چہرہ کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔

یہ لٹریچر اور کتابیں دنیا بھر کی تمام زبانوں میں ایرانی حکومت کے ذریعے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہونے لگیں۔ ایرانی دولت کے زور پر خمینی کو عالم اسلام کا سب سے بڑا رہبر ثابت کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا گیا۔ پھر ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے علماء حق نے اس کھلے کفر کے آگے بند باندھنے کے لئے اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ یہ فتویٰ صفحہ قرطاس کی دبیز تہوں کے اندر چھپا رہا۔ عام لوگ تو کہاں علماء کرام کو بھی اس فتویٰ سے کوئی سروکار نہیں تھا..... جس کی وجہ سے خمینی کی اس کفریہ عبارات کے خلاف کوئی ردعمل سامنے نہ آیا۔ بلکہ میڈیا کے زور پر خمینی کو عالم اسلام کا نجات دہندہ تک قرار دے دیا گیا۔ ان حالات میں کوئی مزاحمت پیش نہ آتی تو آنے والی نسلوں میں خمینی کا پیش کردہ اسلام ہی معتبر قرار پاتا جس اسلام میں مجاہد کرام خصوصاً خلفاء راشدین خلفاء ثلاثہ کے خلاف ناقابل برداشت الزام تراشے گئے ہوں۔ یہ مزاحمتی خلاء پر کرنے کے لئے جھنگ کی سرزمین سے ایک پست قد، نحیف بدن کا عالم دین اٹھا اور اس نے للکار کر کہا "خمینی کون ہوتا ہے صحابہ کرام کے ایمان پر بحث کرنے والا پہلے اس کی اپنی حیثیت کا تعین ہونا چاہیے"۔ یہی فکر اور نظریہ تھا۔ جس نے لمبی نیند تان کر سوئی ہوئی قوم کے ضمیروں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اس اعلان کے ساتھ ساتھ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے قرطاس کے ڈھیر کے نیچے چھپے ہوئے علماء حق کے فتویٰ کو نکالا اس کو جھوم کر سینے سے لگایا۔ ان فتاویٰ جات کا ڈنکا گلی گلی قریہ قریہ اور بستی بستی بجانا شروع کر دیا۔ پھر لوگ ملتے گئے کارواں بنتا گیا۔ کے مصداق مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے نظریہ اور فکر پہ ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔

مولانا حق نواز جھنگوی کو یہ فتویٰ اٹھا کر عام کرنے کے جرم میں آگ اور خون کا دریا عبور کرنا پڑا ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں، ننگے بدن سڑکوں پر گھسیٹا گیا..... انہوں نے ہر دکھ سہا ہر تکلیف برداشت کی لیکن یہ فتویٰ نہیں چھوڑا۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کو 302 کے جھوٹے مقدمات میں پھنسا کر جیل میں بند کر دیا گیا۔ کئی ماہ بعد ضمانت پر رہائی ہوئی دیوانے کارکنوں نے رہائی پر اپنے قائد کی کار کو فرط جذبات سے کندھوں پر اٹھا لیا چشم فلک نے یہ منظر دیکھا رہائی کی اسی رات 2 بجے پولیس کے جوانوں نے مولانا حق نواز جھنگوی کے گھر کا گھیراؤ کر لیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا گیا مولانا باہر نکلے قمیص نہیں پہنا ..... صرف چادر اور بنیان...... مولانا نے پولیس والوں سے قمیص پہننے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیا گھر کی دہلیز سے سڑک تک مولانا کو پولیس گھسیٹتی ہوئی لے گئی..... ان کا جرم کیا تھا..... یہی فتویٰ جو موجودہ دور کے مجلس عمل کے قائدین کے حقیقی اور روحانی آباؤ اجداد نے دیا تھا..... تھالوں، پناہ تشدد کیا گیا۔ شہادت سے ایک ہفتہ قبل مولانا حق نواز جھنگوی نے اپنی تقریر کے دوران ہزاروں کے اجتماع میں انکشاف کر دیا "میرے قتل کی سازش تیار ہو چکی ہے۔ مجھے ایک ہفتہ کے اندر اندر قتل کر دیا جائے گا۔ میرے قتل کی سازش ایران کی حکومت نے تیار کی ہے۔"

اس انکشاف کے ٹھیک چھ دن بعد 22 فروری 1990ء کو انہیں شہید کر دیا گیا مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے تین معصوم اور ننھے بچے پوچھ رہے تھے کہ ہمارے ابو کا جرم کیا تھا انہوں نے ڈاکہ ڈالا تھا کہ کسی کو قتل کیا تھا..... فوج کے خلاف بغاوت کی تھی..... امن و امان کو خراب کیا تھا..... ہمارے ابو تو جھنگ کے عوام میں اتنی ہر دلعزیز تھے کہ انہوں نے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں غربت اور فقیری کے دوران جھنگ کے کروڑ پتی جدی پشتی، جاگیرداروں کے مقابلے میں پہلی بار الیکشن لڑ کر اڑتیس ہزار ووٹ لے لئے تھے..... ان پر پرمٹوں اور ڈیزل کا کوئی الزام نہیں تھا..... ان پر کسی کا کوئی سکینڈل نہیں تھا..... ان کی شہرت خراب نہیں تھی..... کردار گندا نہیں تھا تو پھر ان کی بیوہ سوال کر رہی ہے کہ انہیں کس جرم میں شہید کیا گیا۔ اس وقت تک تو پورے ملک میں کوئی شیعہ مسلم فساد نہیں ہوا تھا اور نہ ہی کوئی شیعہ کسی جگہ قتل ہوا تھا تو پھر مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی جان کیوں لی گئی تائید ایزدی جھوم کر کہتی کہ غفلت اور مادی چکا چوند میں گرفتار ہوس کے پجاریو! مولانا حق نواز جھنگوی شہید کا وہی مشن تھا جس کی پاداش میں سیدنا بلالؓ کو تپتی ہوئی ریت پر ڈالا گیا..... سیدنا خبیبؓ کی چمڑی ادھیڑ دی گئی..... سیدہ زنیرہؓ کی آنکھیں نکال دی گئیں سیدہ اسماءؓ کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے..... سیدنا حمزہؓ کی لاش کے بارہ ٹکڑے ہوئے..... خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ کو مصلیٰ رسول پر شہید کیا گیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون سے ہاتھ رنگے گئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ کو شہید کیا گیا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو جیل میں ڈالا گیا امام احمد بن حنبلؒ کی پشت پر کوڑے برسائے گئے..... اسی جرم کی وجہ سے علماء حق چاہے بریلوی، دیوبندی یا اہلحدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے ثابت کر دیا کہ مشن، مؤقف اور نظریہ کے مقابلے میں جان کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں ہوتی جن شخصیات نے جان دے کر حق کا مشن ہمیں سونپا ان کی ذریت مصلحت کا شکار ہو جائے تو کسی اور کو الزام کیوں دیں۔

سپاہ صحابہ کے نام سے ہی تنظیم نو کا آغاز کریں گے

کالعدم ملت اسلامیہ کے کنوینر مولانا محمد احمد لدھیانوی سے تفصیلی انٹرویو

جرنیل ملتِ اسلامیہ بطلِ حریت حضرت مولانا محمد اعظم طارق رحمہ اللہ تعالیٰ کی ظالمانہ شہادت کے بعد مشن جھنگوی شہیدؒ کے متوالوں کی قیادت کی ذمہ داری کا بوجھ جب سے مولانا محمد احمد لدھیانوی کے کندھوں پر پڑا ہے نہ انہیں دن کو چین نصیب ہے نہ رات کو آرام مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے قاتلوں کی گرفتاریوں کے ساتھ ساتھ جماعتی رفقاء کو حکومتی غضب سے بچانا ان کی پہلی ترجیحات میں شامل تھا۔ اس مقصد کے لئے کبھی اسلام آباد اور کبھی لاہور، پھر شہداء کے بچوں اور بیوگان کے دروں پر حاضری، سال ہا سال سے بے گناہ جیلوں میں بند نوجوانوں کی حوصلہ افزائی، کارکنوں کے ساتھ جلسوں کی صورت میں عام رابطہ کی وجہ سے قائد محترم کے ساتھ رابطہ ہی نہ ہو رہا تھا پھر 11 فروری کو ان کی صاحبزادی کی شادی کے موقع کو ہم نے غنیمت جانا لیکن رش ذاتی اور گھریلو مصروفیات کی وجہ سے انٹرویو کا موقع تو نہ مل سکا لیکن 14 فروری کا وقت ضرور متعین ہوگیا۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی انتہائی بے باک، نڈر اور متحرک عالم دین، ملنسار، مخلص اور خوش اخلاق شخصیت، مناسب قد، متوازن جسم اور فعال نوجوان، کردار، گفتار اور اعمال کے غازی، شفیق، مدبر، گفتار کے ماہر قائد کی حیثیت سے سامنے آئے۔ جہاں ان کے ہزاروں جانثار موجود ہیں وہاں سینکڑوں نقاد بھی ضرور ہوں گے ہم نے ان کے ساتھ طویل انٹرویو نشست میں جو سنا وہ قارئین کی نظر کر رہے ہیں۔

پینل انٹرویو: انجینئر طاہر محمود + حافظ محمد اقبال سحر

خلافت راشدہ: خاندانی پس منظر کے حوالے سے تفصیل سے بتائیں؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: میرے والدین قیام پاکستان کے بعد کمالیہ میں تشریف لائے اور یہیں مقیم ہوگئے۔ میرے والد حافظ صدرالدین صاحب کا روحانی تعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، مولانا محمد انور کاشمیریؒ سے تھا۔ حضرت مولانا محمد انوریؒ سے بھی خصوصی تعلق رہا۔ ہندوستان میں انہی کی مدرسہ میں، ان کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کی اور ایک عرصہ تک انہی کے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے رہے۔ حضرت مولانا محمد کے بیٹوں میں حضرت مولانا عزیزالرحمٰن انوریؒ اور سعید الرحمٰن انور فیصل آباد میں تھے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن میرے والد کی خصوصی شاگردوں میں تھے میرے والد محترم نے تقسیم ملک کے بعد کمالیہ میں جامع مسجد فاروقیہ کی بنیاد رکھی۔ جامعہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ کے بانیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ کمالیہ کے علاقہ میں میرے والد محترم کے زمانہ میں قرآن کریم حفظ کرنے والے زیادہ تر ان کے شاگرد ہیں۔ ان کا انتقال 1995ء میں ہوا۔ شہید ملت اسلامیہ حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے خصوصی طور پر جنازے میں شرکت کی۔ کمالیہ کی تاریخ میں یہ ایک تاریخی جنازہ تھا۔

خلافت راشدہ: آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی، اپنی تعلیم کے متعلق بھی بتایئے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: میں 1952ء کو کمالیہ میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز جامعہ فاروقیہ کمالیہ سے کیا۔ مدرسہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں قرآن کریم مکمل حفظ کیا درس نظامی کے لئے مدرسہ احیاء العلوم ماموں کانجن میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال چلا گیا۔ اشرف المدارس فیصل آباد میں بھی زیر تعلیم رہا۔ موقوف علیہ اور دورہ حدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کیا۔ حضرت مولانا فاروقی شہیدؒ سے میری پہلی ملاقات جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں ہوئی تھی۔ اگرچہ حضرت فاروقی شہیدؒ دارالعلوم کبیروالا، باب العلوم کہروڑ پکا میں پڑھتے رہے لیکن طالب علمی کے آخری دور تک ان سے رابطہ رہا۔

خلافت راشدہ: سکول یا کالج میں بھی گئے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: سکول میں نے پہلی کلاس میں ہی چھوڑ دیا تھا؟ درس نظامی کے لئے مدرسہ میں داخلہ لینے کے بعد اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔ اس علم کو میں نے اصل علم سمجھا۔ یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرنے والوں کے پاس کئی ڈگریاں ہوتی ہیں۔ ہم نے ان کے ساتھ اللہ کے فضل وکرم سے اس انداز میں گفتگو کی ہے وہ ہمارے سامنے یوں بیٹھے ہوتے ہیں جیسے شاگرد استاد کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے۔

خلافت راشدہ: اپنی شادی اور اولاد کے متعلق بتایئے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: میرے سسرال کا تعلق شورکوٹ سے ہے۔ میرے سسر تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ میری شادی خاندان سے باہر ہوئی۔ میری چھ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ پہلی بیوی انتقال کر گئی تو اس کی ہمشیرہ میرے گھر میں آ گئی۔ میری دو بیٹیاں قرآن کی حافظ ہیں اور جامعہ فاروقیہ میں شعبہ بنات میں معلمہ ہیں۔ تیسری بیٹی نے دارالعلوم کبیروالا سے دورہ حدیث کیا ہے اور جامعہ فاروقیہ میں درس نظامی میں معلمہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہی ہے۔ دیگر بیٹیاں چھوٹی ہیں اور وہ سکول میں پڑھ رہی ہیں۔ بڑا بیٹا قرآن پاک کا حافظ ہے اور اس وقت درجہ ثانیہ دارالقرآن فیصل آباد میں قاری محمد یاسین مدظلہ کی نگرانی میں زیر تعلیم ہے۔ دوسرا بیٹا ابھی کمسن اور سکول میں پڑھ رہا ہے۔

خلافت راشدہ: کالعدم سپاہ صحابہؓ سے کب منسلک ہوئے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: طالب علمی کے دور سے ہی ناموسِ صحابہؓ کیلئے کام کرنے والے حضرات سے محبت تھی۔ جب میں قاسم العلوم ملتان میں پڑھ رہا تھا اس وقت تنظیم اہل سنت والجماعت کے دفتر میں جایا کرتا تھا۔ مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ کے پیچھے جمعہ پڑھتے، کبھی کبھی فارغ وقت ہوتا تو ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوتے تھے۔ اسی طرح مولانا عبدالشکور دین پوریؒ امام اہل سنت حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ صاحب اور حضرت مولانا عبدالمجید ندیم مدظلہ سے طالب علمی کے زمانہ میں ہی رابطہ ہوا۔ یہ لوگ ناموس صحابہؓ کے حوالہ سے کام کر رہے تھے۔ شروع شروع میں تنظیم اہل سنت کے سٹیج پر مختلف جگہ پر میں نے تقاریر کی۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب میں ملتان سے فیصل آباد آیا، تو میرے دورہ حدیث کے ایک ساتھی مولانا عبدالحلیم کا تعلق جھنگ سے تھا۔ کبھی کبھی ان کے ساتھ جھنگ میں ٹھہرتے۔ مسجد حق نواز قریب ہی تھی۔ میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے

ملنے جاتا تھا۔ اس وقت یہ مسجد کچی تھی اور اس مسجد کو پیپلیانوالی مسجد کہتے تھے۔ سپاہ صحابہؓ ابھی معرضِ وجود میں نہیں آئی تھی۔ 1976ء میں دورہ حدیث سے فراغت کے بعد چیچہ وطنی کے نواحی گاؤں 168/9L میں چلا گیا۔ جہاں میں طالب علمی کے زمانہ میں تراویح پڑھاتا رہا تھا۔ فراغت کے بعد گاؤں والوں کے اصرار پر اور مولانا محمد انوری صاحب کی اجازت اور مشورہ سے اس

مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے ہمراہ ایک ماہ کا عرصہ اڈیالہ جیل میں گزارا اور ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا

گاؤں کا انتخاب کیا۔ 1976ء سے لے کر 1989ء تک کا ایک لمبا عرصہ یہاں گزارا۔ چار کینال جگہ مزید خرید کر مدرسہ تعمیر کیا اور یہ مدرسہ اب بھی میری سرپرستی میں چل رہا ہے۔ 1989ء میں گاؤں کے کچھ حالات کی وجہ سے مجھے وہ گاؤں چھوڑنا پڑا۔ جامع مسجد فاروقیہ کی انتظامیہ نے میری خطابت کی تقرری کا فیصلہ کیا اور میں کمالیہ چلا آیا۔ یہاں ابھی چند یوم ہی گزرے تھے۔ چیچہ وطنی نوارہ چوک میں (کالعدم) سپاہ صحابہ کا جلسہ تھا جس سے امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے خطاب کیا۔ میں بھی سماعت کے لئے وہاں گیا تھا۔ جلسہ کے بعد ملاقات کے دوران، حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا ''مولانا احمد صاحب! آپ نے جتنا وقت گاؤں میں گزارا ہے سارا بے کار گزرا۔ اصل کام کی طرف آئیں۔ اس وقت آپ گاؤں سے شہر میں آ گئے ہیں۔ آپ میری جماعت کے ممبر بن کر باقاعدہ کام شروع کریں۔'' میں نے عرض کیا حضرت! چونکہ میں ابھی نیا نیا شہر میں آیا ہوں۔ آپ مجھے ایک سال دے دیں اس کے بعد بھرپور انداز میں یہاں کام کروں گا البتہ کمالیہ کے باہر آپ جہاں چاہیں میں اس وقت بھی کام کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن کمالیہ میں نہیں کر سکوں گا۔ انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ رجب کے مہینہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی ولادت پر اہل تشیع جلوس نکالتے ہیں۔ ابھی تین ماہ ہی گزرے تھے کہ شیعوں نے جلوس نکالا اور حضرت امیر المومنین کاتب وحی سیدنا امیر معاویہؓ کی ذات پر انہوں نے (معاذ اللہ) تبرا کیا۔ شہر کے نوجوانوں نے سنا اور جذباتی انداز میں بھاگتے ہوئے میرے پاس آئے۔ یقیناً یہ تبرا ناقابل برداشت تھا۔ ہم نے رات کو ایک اجلاس بلایا اور انتظامیہ سے رابطہ کیا۔ اگلے دن شہر میں ہڑتال کی کال دے دی۔ تاریخی جلوس تھا جس میں دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث کے تمام علماء کرام سمیت شہر کی تنظیموں نے

بھرپور انداز میں شرکت کی۔ تھانہ چوک میں دھرنا دے کر بیٹھ گئے اور مطالبہ کیا کہ جب تک ذمہ داروں کے خلاف پرچہ درج نہیں ہوگا اس وقت تک یہ دھرنا ختم نہیں ہوگا۔ چنانچہ ہمارے مطالبے پر اہل تشیع کے ذمہ داروں کے خلاف باقاعدہ ایف آئی آر کاٹی گئی۔ اس واقعہ کے حوالے سے مولانا حق نواز جھنگوی نے اپنی جمعہ کی آخری تقریر میں کہا تھا کہ کمالیہ کی انتظامیہ نے اگر تعاون نہ کیا تو میں کمالیہ پہنچ کر کمالیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ واقعتاً یہ ایسا واقعہ تھا جس پر خاموش رہنا مشکل تھا۔ ہڑتال ہوئی احتجاجی جلوس نکالا اور یہ واقعہ میرے تعارف کا ذریعہ بنا۔ انتظامیہ سے رابطے ہو گئے۔ اہل تشیع نے غلطی کی اور ہمیں بظاہر فوائد بھی ملے کہ نوجوانوں کے دلوں میں اصحاب پیغمبرؐ کی محبت میں اضافہ ہوا۔ مولانا حق نواز جھنگوی سے رابطہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ اب کام کا آغاز تو ہو چکا ہے میں نے کہا خود بخود ہی آغاز ہو گیا ہے۔ چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جماعت کے ذمہ داروں سے میرا نام لے کر کہا کہ آپ انہیں بلوائیں اور ضلع کی صدارت ان کے حوالے کر دیں۔ فاروقی صاحب کے کہنے پر ٹوبہ کے ساتھیوں نے مجھے بلوا کر ضلع کی صدارت میرے حوالے کر دی۔ میں ان حضرات کی محبت اور قائد کا حکم ٹال نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے

شہباز شریف نے مذاکرات کے نام پر مولانا ضیاء القاسمیؒ، مولانا محمد اعظم طارقؒ اور میرے قتل کا منصوبہ بنایا

باقاعدہ کام کا آغاز کر دیا۔ دو سال کے بعد حضرت فاروقی شہید نے فیصل آباد ڈویژن کا صدر نامزد کر دیا۔ بعد ازاں فاروقِ اعظمؓ ٹیکر ٹریٹ میں (کالعدم) سپاہ صحابہؓ پنجاب کے انتخابات ہو رہے تھے۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ساتھیوں نے صدارت کے لئے میرا نام پیش کر دیا۔ اصل نام تو مولانا نواز بلوچ کا تھا۔ ان کے مقابلے میں میرا نام پیش کیا گیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ مہربانی کریں، یہاں تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ہمارے تو ذہن میں بھی نہیں تھا۔ ہم مل کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا میرا کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کا امیدوار تھا یہ تو دوستوں نے کہہ دیا ہے۔ میں اصرار نہیں کرتا آپ انہی سے کہہ دیں نام واپس لے لیں۔ یہ دوست اوکاڑہ کے تھے اور جماعت کے ذمہ دار

صاحب سینئر نائب صدر ہوں گے۔ اس پر مولانا بلوچ نے فوراً کہہ دیا کہ ہاں یہ میرے سینئر نائب ہوں گے۔ کچھ دوستوں نے کہا کہ نہیں اس پر ... ہونی چاہیے۔ نائب صدر پر ووٹنگ ہوئی تو پانچ ... سامنے آئے جن میں مولانا افتخار حقانی (کبیر والا) ... سلطان محمد ضیاء بھی تھے۔ ان کے مقابلہ میں 46 ووٹ ملے۔ اس انتخاب کے بعد حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید قصرِ فاروقِ اعظمؓ میں تشریف لائے۔ انہیں معلوم ہوا تو کہنے لگے اچھا اس کا مطلب ہے خوب تیاری کر کے آئے تھے۔ میں نے کہا تیاری بھی نہیں تھی یہ آپ کی خصوصی نظر تھی۔ (کالعدم) سپاہ صحابہ پنجاب کے صدر مولانا محمد نواز بلوچ تھے۔ انہوں نے بعد میں جماعتی ڈسپلن کی خلاف ورزی کی۔ جس پر انہیں مرکز کی طرف سے آگاہ کیا گیا کہ آپ کا یہ انداز جماعت کے لئے نقصان دہ ہے۔ لیکن انہوں نے پریس کانفرنس کے ذریعے جماعت کے مرکزی ذمہ داروں کے خلاف الزام تراشی کی جو کہ یقیناً جماعتی کاز اور دستور کی خلاف ورزی تھی بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک بغاوت کا انداز تھا جو اس نے اختیار کیا۔ حضرت فاروقی شہید نے سمندری میں مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا اور مجھے کہا کہ آپ کو پنجاب کی صدارت مبارک ہو۔ میں نے کہا حضرت یہ کام بہت بڑا ہے۔ انہوں نے کہا بس میں نے فیصلہ کر دیا ہے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ یہ آپ کا حکم ہے لہٰذا میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک اعزاز ہے کہ ابھی مجھے پنجاب کا صدر بنے ہوئے صرف دو دن ہی گزرے تھے۔ تیسرے دن (کالعدم) سپاہ صحابہ پنجاب کے وفد کی گورنر پنجاب چوہدری الطاف حسین سے ملاقات ہوئی۔ وفد میں حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحومؒ، یوسف مجاہد اور جماعت کی عاملہ کے دیگر ذمہ دار

> فاروقی شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ
> میں جب گھر سے چلتا ہوں تو اپنے بچوں
> کے چہروں پر یتیمی کے آثار دیکھتا ہوں

بھی موجود تھے میں بھی اس وفد میں شامل تھا۔ گورنر ہاؤس پہنچنے کے بعد ملاقات سے پہلے حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ کہنے لگے کہ تم بڑے لکی آدمی ہو کہ پنجاب کے صدر بننے کے تیسرے دن ہی گورنر ہاؤس پہنچ گئے ہو۔ اس

کے بعد پوچھنے لگے کہ کیا آپ کا حلف ہو گیا ہے میں نے کہا ابھی نہیں ہوا۔ کہنے لگے آج آپ گورنر ہاؤس میں ہی حلف دیں گے چنانچہ وہاں مجھ سے حلف لیا گیا۔

ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ بہاولپور سے تعلق رکھنے والا ایک جاگیردار شیعہ پیرزادہ قتل ہو گیا۔ قتل کی ایف آئی آر میں حضرت فاروقی شہید، مولانا محمد

مجھ پر قیادت اور کارکنوں نے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا، میں ان سب کا تہہ دل سے مشکور ہوں اور آنے والے وقت میں، میں ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا

اعظم طارق شہید اور دیگر جماعت کے بعض ذمہ داروں کے نام آ گئے۔ رائے ونڈ کا اجتماع تھا۔ سب ساتھی موجود تھے۔ اجتماع کے بعد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے کہا کہ سیدھے لاہور چلیں۔ اگرچہ ان کے پاؤں کو تکلیف تھی۔ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود لاہور پہنچے۔ اگلے دن ہم شیخ حاکم علی کے ہاں ٹھہرے وہ اس وقت منسٹر تھے۔ شام ہوئی تو حضرت فاروقی شہید فرمانے لگے۔ اللہ خیر کرے سارا دن مذاق ہنسی میں گزرا ہے کوئی بڑی مصیبت نہ آ جائے۔ ہم ابھی وہیں ہی بیٹھے تھے کہ

ہم جب بھی تربیتی نشستوں کا آغاز کرتے ہیں تو کوئی نہ کوئی حادثہ رونما ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ سلسلہ رک جاتا ہے

فیصل آباد سے ایک خبر ملی کہ کوئی بڑی شخصیت قتل ہو گئی ہے۔ ہمارے ذہن میں آیا کہ کہیں اللہ نہ کرے مولانا ضیاء القاسمیؒ نہ ہوں۔ بعد میں پتہ چلا کہ شوکت چیمہ قتل ہو گیا ہے۔ رات کے قیام کے لئے ہم چنبہ ہاؤس چلے گئے۔ اوپری منزل پر ہم آرام کر رہے تھے رات کے قریباً ایک بجے پولیس نے آ کر ہمیں گھیر لیا۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر میں نے دروازہ کھولا۔ اس وقت میں اور مولانا اعظم طارق ایک کمرے میں تھے۔ جبکہ فاروقی شہیدؒ دوسرے کمرے میں۔ پولیس والوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ نیچے آ جاؤ۔ پولیس والوں نے میرا بازو پکڑ لیا۔ ایس ایس پی نے کہا یہ نہیں ہمیں اعظم طارق چاہیے انہوں نے کہ یہی اعظم طارق ہے غالباً وہ میری تھوڑی سے مشابہت کی وجہ سے یہی سمجھ رہے تھے۔ ایس ایس پی چونکہ مولانا اعظم طارق شہید کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اس نے کہا یہ اعظم طارق نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے مولانا اعظم طارق شہید کو جگایا اور حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا تیاری

کرو۔ اب جان نہیں چھوٹ سکتی۔ یہ ایسی جگہ ہے کہ کہیں نہیں جا سکتے۔ اس پر مولانا اعظم طارق نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں پچھلی کھڑکی سے نیچے چھلانگ لگا دیتا ہوں اور یہاں سے نکل جاتا ہوں۔ حضرت فاروقی شہیدؒ نے حکماً کہا کہ ایسا نہیں کرو گے۔ چنانچہ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید اور مولانا اعظم طارق شہید کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ گرفتاری میرے لئے ایک بڑا امتحان تھا۔ ابھی چند روز قبل ہی پنجاب کی ذمہ داری سنبھالی تھی اور اب مرکزی قیادت گرفتار ہو گئی۔ چنانچہ چند دن کے بعد میں مولانا ضیاء القاسمیؒ کے پاس گیا، ان سے رابطہ کیا، اس وقت وزیر صحت اکرام ربانی تھے حکومت نے ہمارے معاملات کے حوالے سے ذمہ داریاں ان کو سونپی تھیں۔ پھر حالات ایسے آئے کہ کبھی بہاولپور کبھی پشاور تو کبھی لاہور۔ میں نے ملتان جیل میں قائدین سے ملاقات کی۔ میں نے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ سے کہا کہ یہ کام بڑا مشکل ہے۔ آپ نے میرے کاندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے۔ جواب میں انہوں نے کہا ہاں میں تمہیں اس وقت سے جانتا ہوں جب تو جامعہ رشیدیہ میں تھا۔ بہر حال میں کام کرتا رہا۔ پھر ایسا وقت بھی آیا جب ملک میں شیعہ سنی حوالے سے قتل و قتال عروج پر تھا۔ یقیناً ہر سنی اس وقت پریشان تھا۔ ان دنوں قائدین لاہور جیل میں تھے۔ میں ملنے گیا۔ اس وقت میں نے حضرت فاروقی شہیدؒ سے کہا کہ اس وقت تو آپ جیل میں ہیں، لہٰذا آپ کو پریشانی والی کوئی خبر نہیں سناؤں گا، لیکن جیسے ہی آپ جیل سے رہا ہو کر باہر آئیں گے میں اسی دن استعفیٰ دے دوں گا۔

حکومت نے اگر عدالت پر پریشر نہ ڈالا تو ہمارے پاس اتنے مضبوط دلائل ہیں کہ فیصلہ ہمارے خلاف نہیں آ سکتا

لیکن اللہ کی مرضی ہے ہم وہ دن دیکھ نہ سکے۔ ہم نے بہت کوششیں کیں۔ بے نظیر کے ساتھ مذاکرات ہوئے۔ لیکن حضرت فاروقی کو شہادت کا اعزاز ملنا تھا اور یہ انہی کا حصہ تھا۔ بعض لوگ ان کی زندگی میں ان پر اعتراض کرتے رہے، بعض لوگوں نے یہاں تک کہا کہ آپ کے ہاتھ میں شہادت کی لکیر نہیں ہے۔ فاروقی شہید فرمایا کرتے تھے کہ میں جب گھر سے چلتا ہوں تو اپنے بچوں کے چہرے پر یتیمی کے آثار دیکھتا ہوں۔ اللہ نے ان کی باتیں پوری کر دیں۔ دراصل کارکنوں کی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ کارکنوں کو چاہیے اپنی قیادت پر بداعتمادی کا اظہار نہ کریں۔ قیادت تو ہر وقت موت وحیات کی کشمکش میں رہتی ہے۔ لاہور کے ایک اجلاس میں جہاں مختلف جماعتوں کے علماء کرام تشریف فرما تھے۔ کسی نے ہماری جماعت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ کے ساتھ بزرگ نہیں ہیں، میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہماری ساری قیادت بزرگوں کی ہے۔ بزرگوں میں جو علامتیں ہوتی ہیں وہ تمام ہماری قیادت میں پائی جاتی ہیں۔

خلافت راشدہ: ابھی آپ کارکنوں کی تربیت کے حوالے سے کہہ رہے تھے۔ اس کی اصل وجہ کیا رہی ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: (کالعدم) سپاہ صحابہؓ کے زیر اہتمام تربیتی پروگرام ہر سال ہوتے رہے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ جب بھی ہم تربیتی نشستوں کا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو ملک میں کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے۔ سنی شیعہ کے حوالے سے کوئی بڑا آدمی اس کی نظر ہو جاتا ہے۔ اس حادثے کے بعد حکمران بے گناہوں کے گھروں پر چھاپے مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ کارکنوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تربیتی نشستوں کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ پھر نئے سرے سے کام شروع کرنے کے لئے ایک عرصہ لگ جاتا ہے۔ یہ ایک سبب ہے کہ ہم اپنے کارکنوں کی تربیت نہیں کر سکے۔ اللہ کرے، ہمیں آزاد فضا میں کام کرنے کا موقع ملے۔ آنے والے دنوں میں ہم جلسے کم اور تربیتی نشستیں زیادہ سے زیادہ کریں گے تا کہ کارکنوں کی تربیت احسن طریقے سے ہو سکے۔ اگر ہمیں کارکنوں کی تربیت کرنے کے لئے ایک سال کا عرصہ مل جاتا ہے تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ پھر ہمارے کارکن جیسا کارکن بھی کسی جماعت کے پاس نہیں ہو گا۔ اگر کارکن کا قیادت سے رابطہ رہے اور تنظیم سازی ہوتی رہے تو کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جب قیادت سے رابطہ ٹوٹتا ہے، حالات کی وجہ سے اخبارات میں خبریں نہیں ہوتیں۔ کارکن دوسروں کی باتیں سن کر متاثر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے کارکنوں سے کہوں گا کہ دوسروں کی باتوں پر توجہ مت دیں۔ اپنی قیادت پر اعتماد رکھیں۔ جو قیادت کہے اس پر اعتماد کا اظہار کریں۔ مجھے یقین ہے کہ صحابہؓ کے سپاہی اگر صحابہ کرام کی تاریخ کو پڑھنا شروع کر دیں تو ان کی خود بخود تربیت ہو جائے گی۔ کسی

ہم پر تنقید کرنے والوں نے اسمبلیوں میں ڈیسک بجا بجا کر بالآخر حکومت ہی کا ساتھ دینا تھا تو اتنا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی

شہباز کی اور تربیت کی ضرورت نہیں رہے گی۔

خلافت راشدہ: جب آپ نے شروع میں (کالعدم) سپاہ صحابہؓ میں شمولیت اختیار کی تھی تو کیا اس وقت آپ کو اندازہ تھا کہ آگے چل کر مشکلات و مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: یہ ساری چیزیں شروع ہی سے ذہن میں تھیں۔ ہم اپنے آپ کو صحابہؓ کا سپاہی کہلاتے ہیں۔ آپ صحابہؓ کی زندگی کے واقعات، صحابہؓ کی آزمائشیں، صحابہؓ کے امتحانات دیکھیں یہ سب چیزیں وہی ہیں جو آج کے دور میں (کالعدم) سپاہ صحابہؓ کی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ جب اسلام میں داخل ہوئے تو اس وقت مکہ کے ایک بہت بڑے تاجر تھے لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو کفن کے لئے ان کے پاس رقم نہیں تھی۔ صحابہ کرامؓ کی ساری زندگی امتحانوں، آزمائشوں اور مشکلات میں گزری ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو صحابہؓ کا گے۔ ہم عدالت میں گئے ہیں۔ اگر حکومت نے عدالت پر پریشر نہ ڈالا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وکلاء کے پاس اللہ کے فضل و کرم سے اتنے مضبوط دلائل ہیں کہ ہمارے خلاف عدالت کا فیصلہ نہیں آسکے گا۔ ہماری پوری کوشش اور پوری توجہ ہے کہ سپاہ صحابہ کو بحال کروائیں اس نام میں جو کشش ہے وہ کسی اور نام میں نہیں ہے۔

خلافت راشدہ: نواز شریف کے دور میں مذاکرات کے نام پر شہباز شریف نے آپ کو بلوایا آپ کے ساتھ مولانا اعظم طارق شہید اور مولانا ضیاء القاسمی مرحوم بھی تھے۔ لیکن مذاکرات کے بعد آپ سب کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس گرفتاری کی اصل وجہ کیا تھی؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: دراصل شہباز شریف نے ہمیں مذاکرات کے نام پر بلوایا تھا لیکن رات طویل مذاکرات کے بعد ہماری گرفتاری کا فیصلہ کیا گیا۔ مولانا اعظم طارق شہیدؒ، مولانا ضیاء القاسمیؒ اور میری گرفتاری ہاؤس میں لے جایا گیا۔ صبح کے وقت ناشتہ سے فارغ ہو کر جب ہم فیصل آباد کے لئے آنے لگے تو ایس ایس پی لاہور کا پیغام ملا کہ آپ میرا انتظار کریں۔ میں آپ سے ملنے کے لئے آرہا ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد ایس ایس پی نے آکر کہا کہ مولانا اعظم طارق صاحب اپنے آپ کو گرفتار سمجھیں۔ ہماری حیرانگی کی انتہا نہ رہی۔ رات تو ہمارے ساتھ مذاکرات ہوئے۔ بداعتمادی اور غلط فہمیاں دور کردی گئی تھیں۔ آئندہ مل کر عہد کیا گیا تھا۔ پھر یہ گرفتاری کیوں؟ جب مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی گرفتاری کا فیصلہ سنایا گیا تو مولانا ضیاء القاسمیؒ نے فوراً کہا ہمیں بھی ساتھ ہی لے چلو، اور ساتھ ہی یہ کہا کہ کچھ گناہوں کی سیاہی جسموں پر لگی ہوئی ہے خواہش ہے کہ اب وہ دور ہونی چاہیے۔ اگر ہماری گرفتاری اس وقت نہ ہوئی تو اس سے کارکنوں کی بداعتمادی میں اور اضافہ ہوگا۔ چنانچہ دس پندرہ منٹ کے بعد مولانا ضیاء القاسمی مرحومؒ کی گرفتاری کے بھی آرڈر آگئے۔ پھر چند

> **کالعدم سپاہ صحابہؓ اور متحدہ مجلس عمل میں جو تناؤ پایا جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارا مخالف اور ایف آئی آرز میں نامزد قاتل ساجد نقوی، ان کی صف اوّل میں بیٹھا ہے**

سپاہی کہلائے گا۔ ان کے طرز کو اپنا کر اس پیغام کو آگے پھیلانے کی کوشش کرے گا، اس کے ساتھ یہ تو ہوگا۔ ہم پریشان یا مایوس اس لئے نہیں ہیں کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے آغاز ہی میں کہہ دیا تھا کہ ”ہمارے ساتھ وہ آئے جو سر اٹھا کر چلے“۔ اس سٹیج پر آنے کے بعد آپ کو کوئی پرمٹ کوئی پلاٹ نہیں ملے گا۔ یہاں کسی وقت ہتھکڑی ہوگی، کبھی بیڑی ہوگی، کبھی جیل کی سلاخیں ہوں گی، کبھی تختہ دار ہوگا، آپ دیکھ رہے ہیں کہ جتنی آزمائشیں (کالعدم) سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر آئی ہیں، میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اتنی آزمائشیں کسی اور جماعت کے کارکنوں پر آتیں تو شاید وہ میدان میں کھڑے نظر نہ آتے۔ اس جماعت کے کارکنوں، ذمہ داروں اور قائدین نے اللہ کے فضل و کرم سے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ اس وقت تک کارکن بھی استقامت کے ساتھ اسی ذبے کے ساتھ میدان میں موجود ہیں اور قیادت بھی ی انداز میں میدان میں کھڑی ہے۔ بعض دوست یہ ال کرتے ہیں کہ کیا ملت اسلامیہ بحال ہوجائے گی۔ ان سے کہتا ہوں کہ میری تو یہ کوشش ہے کہ ہم اپنے نام کے ساتھ جو سپاہ صحابہؓ ہے میدان میں آئیں اس لئے عمل میں لائی گئی تھی کہ ہم تینوں کو قتل کردیا جائے چنانچہ شہباز شریف نے حکم جاری کیا کہ رات کو انہیں لاہور سے روانہ کیا جائے اور راستے میں انہیں فائرنگ کرکے قتل کردیا جائے۔ اللہ کی مرضی تھی کہ ابھی زندگی باقی تھی۔ ہمارے قتل کے لئے جن اہلکاروں کی ذمہ داری لگائی گئی وہ محب وطن تھے اور دین کے ساتھ محبت کرنے والے بھی۔ انہوں نے شہباز شریف کے اس حکم پر عمل نہ کیا۔ وہ زبان سے ڈیوٹی ادا کررہے تھے اور آنکھوں کے اشارے سے ہمیں کہہ رہے تھے کہ آپ سفر نہ کریں۔ زبان سے انہوں نے کہا کہ آپ ابھی سفر کریں۔ حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ رات کو ہی لاہور سے چلے جائیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس دن ہماری میٹنگ کے دوران مختلف جگہوں سے اہل تشیع کے قتل کی خبریں آئیں۔ لاہور میں بھی اس دن ایک شیعہ قتل ہوا تھا۔ ہم اس تازہ صورتحال سے بے خبر تھے۔ ایسے حالات میں تو چاہیے تھا کہ سکیورٹی اور بھی زیادہ ہوتی، سفر سے احتیاط لازم تھی۔ لیکن وہ اصرار کررہے تھے کہ آپ ابھی لاہور سے چلے جائیں۔ مولانا ضیاء القاسمی صاحب ڈٹ گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جائیں گے۔ چنانچہ ہمیں ایک ریسٹ منٹوں کے بعد میری گرفتاری کے آرڈر بھی آگئے۔ ایک دن لاہور میں رہے دوسرے دن فیصل آباد کے ایک ریسٹ ہاؤس میں رکھا گیا۔ پھر بعد میں مجھے اور مولانا اعظم طارق کو اڈیالہ جیل بھیج دیا گیا اور مولانا ضیاء القاسمی کو ان کے گھر پر بند کردیا گیا۔

ایک ماہ مولانا اعظم طارق کے ساتھ اڈیالہ جیل میں گزارا۔ چونکہ ایک کمرے میں رہتے تھے کسی بھی عنوان پر تفصیلی گفتگو ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک دن مولانا اعظم طارق شہید فرمانے لگے کہ عدم رابطہ اور ایک ساتھ نہ بیٹھنے کی وجہ سے کئی شکوک و شبہات تھے جو یہاں آکر ختم ہوگئے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ قیادت کا آپس میں رابطہ ہو۔ باہر ہوں تو مصروفیات ہوتی ہیں رابطہ نہیں ہوتا۔ حکومت اگر ایک ایک ماہ کے لئے کسی جگہ بند کردے تو ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے مددگار ثابت ہوگا۔ میری گفتگو سننے کے بعد ایک دن کہنے لگے کہ آپ حکومت کے ساتھ جو مذاکرات اور گفتگو کرتے ہیں مجھے اعتماد ہو رہا ہے کہ اب میں جیل میں رہوں تب بھی اور اگر جیل سے باہر رہوں تب بھی، حکومت سے مذاکرات آپ ہی کریں گے،

CamScanner

جماعت میں حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی گرفتاری کے بعد اور ان کی شہادت کے بعد حکومت سے مذاکرات میں حضرت مولانا ضیاء القاسمی کے ساتھ میری رفاقت رہی ہے۔ مولانا ضیاء القاسمی کی وفات کے بعد مجھ پر اعتماد کیا گیا۔ گورنمنٹ کے ساتھ جماعت کی ذمہ داروں میں سے سب سے زیادہ رابطے میرے رہے ہیں جماعت کے ذمہ دار اور کارکن اس سے آگاہ ہیں کہ جب بھی قیادت جیل میں گئی، ان کو رہا کرانے کے لئے دیگر ذمہ داروں کی قربانیاں ہیں لیکن میں تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اوروں کی بہ نسبت اس میں میرا

گرفتاریاں دینے کا فیصلہ کیا۔ ہر روز شہداء مسجد لاہور سے عصر کی نماز کے بعد پانچ کارکنوں کی گرفتاریاں دی جاتیں۔ ترتیب یہ تھی کہ ہر ضلع سے 20 کارکن آئیں گے۔ ابتدائی مرحلہ میں 10 کارکنوں کی گرفتاری دلوائیں گے اور بقیہ دس کارکن ریزرو (Reserve) رکھیں گے۔ گرفتاری پیش کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو کارکنوں کی مشن سے والہانہ محبت دیکھی۔ بڑے عجیب و غریب مناظر سامنے آئے۔ سیالکوٹ سے ایک ساتھی نے کہا میں آج گرفتاری دینا چاہتا ہوں ہم نے کہا ترتیب سے گرفتاریاں ہوں گی۔ ابھی آپ کے ضلع کا

طارق شہید کے قاتل ہیں۔ مولانا اعظم طارق کی شہادت سے چند روز قبل ساجد نقوی نے اخبارات میں جو بیانات دیئے وہ بھی اس بات پر شاہد ہیں۔ ساجد نقوی نے کہا تھا کہ دہشت گرد حکومت کی چھتری کے نیچے ہے، حکومت نے دہشت گردوں کو تحفظ دیا ہے، یہ دہشت گرد کب تک حکومت میں رہیں گے اور اسمبلیوں میں جاتے رہیں گے، یہ الفاظ ساجد نقوی نے مختلف انداز میں مختلف جگہوں پر مولانا کے بارے میں کہے ہیں۔ مولانا کی شہادت ساجد نقوی کے ایماء پر ہوئی ہے۔

ہمسایہ ملک کے پریشر اور ان کے اثرات کی وجہ سے ہمارے حکمران بے بس ہو جاتے ہیں

حصہ زیادہ ہے۔ میاں نواز شریف سے مذاکرات کے ذریعے حضرت مولانا علی شیر حیدری صاحب اور مولانا اعظم طارق شہید کی رہائی میں میرا بڑا حصہ تھا۔ مذاکرات کے حوالے سے مولانا ضیاء القاسمی مرحوم ٹیبل ٹاک کے بادشاہ تھے۔ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی بھی اس حوالے سے بے تاج بادشاہ تھے۔ ان کی بھی کوئی مثال نہیں۔ مولانا ضیاء القاسمی مرحوم وزیر اعظم کے سامنے اس آن بان کے ساتھ بیٹھتے کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ یہ وزیر اعظم ہے۔

جنرل پرویز مشرف کے دور میں مولانا اعظم طارق شہید کی گرفتاری ہوئی تو انہوں نے اٹک جیل سے پیغام بھیجا کہ اس طرح رہائی ممکن نہیں۔ تمہیں احتجاج کا انداز اختیار کرنا ہوگا۔ چنانچہ (کالعدم) سپاہ صحابہؓ پنجاب کا ایک اجلاس خوشاب میں ہوا۔ اجلاس میں طے پایا کہ ابتدائی مرحلہ میں ڈویژنل سطح پر احتجاج کریں گے۔ اگر

نمبر نہیں آیا۔ دوسرے دن پھر اُس نے کہا میں گرفتاری دوں گا۔ ہم نے پھر انکار کر دیا تیسرے دن کہنے لگا کہ اگر آج میری گرفتاری نہ ہوئی تو میں قصر فاروق اعظمؓ کی دیواروں سے ٹکریں مار مار کر خودکشی کر لوں گا ورنہ مجھے گرفتاری کے لئے پیش کیا جائے۔ اسی طرح سیالکوٹ یا گوجرانوالہ سے ایک ساتھی تھے وہ اپنے ساتھ ایک تین سالہ بچے لے کر آیا تھا۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ یہ بھی گرفتاری دے گا۔ باقاعدہ اس کا نام شمار ہوگا۔ میں نے کہا اسے کیوں لے کر آئے ہو یہ چھوٹا سا بچہ ہے۔ اسے گھر میں رہنے دو۔ اس نے جواب میں کہا ہم صحابہ کرامؓ کے سپاہی ہیں۔ حضرت معوذؓ اور معاذؓ اگر میدان میں

خلافت راشدہ: شہید ناموسِ صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق کی شہادت میں کون سے عوامل کارفرما تھے۔ علاقائی، ملکی یا کوئی اور..........؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: ان عوامل میں سے کسی کو بھی

خلافت راشدہ: مولانا محمد اعظم طارق کی شہادت کو کافی دن بیت چکے ہیں۔ ساجد نقوی گرفتار ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں دیگر قاتل ٹریس نہیں ہوئے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ تفتیش صحیح نہیں ہو رہی یا نامزد ملزم جو ہیں اس میں کوئی شک ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: اس حوالہ سے حکومت نے سستی ضرور دکھائی ہے لیکن اسے غفلت نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے ملک کے اطراف میں جہاں کہیں کسی پر شک گزرا ہے اسے گرفتار کیا ہے۔ حکومت کے بعض ذمہ داروں نے مجھے خود کہا کہ آپ کو اگر کسی پر شک گزرے آپ اشارہ کریں ہم فوری طور پر اس کو گرفتار کریں گے۔ چنانچہ بعض اشارے ہم نے کئے، ان اشاروں پر گرفتاریاں بھی ہوئیں۔ دراصل درمیان میں کئی اور واقعات رونما ہوگئے۔ جیسے پرویز مشرف پر قاتلانہ حملہ

فاروقی شہیدؒ اکثر فرماتے "جس نے ہمارا موقف نہیں سنا اس نے ہمیں دہشت گرد اور تخریب کار کہا اور جس نے ہمارا موقف سنا اس نے کہا کہ آپ سے بڑا محبِ وطن اور دین سے محبت کرنے والا کوئی اور نہیں۔"

ہماری بات نہ مانی گئی تو پھر کوئی دوسرا لائحہ عمل اختیار کریں گے۔ چنانچہ پہلی ڈویژنل کانفرنس ڈیرہ غازی خاں میں ہوئی۔ ہماری امیدوں سے بڑھ کر یہ کانفرنس کامیاب ہوئی۔ پھر بہاولپور کی تاریخی جامع مسجد صادق میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ تاحد نگاہ لوگ ہی لوگ تھے۔ چنانچہ یہ کانفرنسوں کا مرحلہ لاہور جا کر اختتام پذیر ہوا۔ حکومت نے مولانا اعظم طارق شہید کی رہائی کا کوئی فیصلہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ حکومت نے ہمارے ساتھ مذاکرات بھی کرنا گوارا نہ کئے۔ تو پھر ہم نے لاہور سے رضا کارانہ طور پر

نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن میری نظر میں اس کے اصل ذمہ دار اہل تشیع ہیں۔ جو گروپ بڑے عرصہ سے مولانا کے پیچھے لگے ہوئے تھے انہیں کا یہ کام ہے۔ اور کچھ عرصہ سے کھلے الفاظ میں اپنے جلسوں، جلوسوں اور پریس کانفرنسوں میں مولانا محمد اعظم طارق کو قتل کی دھمکیاں دیتے رہے ہیں۔ علَم کے نیچے کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو حلف دیتے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہی چیلنج کرنے والے اور حلف اٹھانے والے ہی مولانا اعظم

ہوا پھر دوسرا حملہ ہوا۔ وہی تفتیشی ٹیمیں اور ایجنسیاں ہیں جو مولانا محمد اعظم طارق شہید کے کیس کی تفتیش کر رہی تھیں۔ ان کے نزدیک ملکی لحاظ سے چونکہ پرویز مشرف پر قاتلانہ حملہ بڑا واقعہ تھا لہٰذا ان تفتیشی ٹیموں نے اپنی نظر ادھر مرکوز کر لی، جس کی وجہ سے مولانا اعظم طارق شہید کا کیس اور بھی طویل ہو گیا۔ ابھی پچھلے دنوں ہمارے ایک ساتھی نے نشاندہی کی ہے۔ بہرحال محنت کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے انشاء اللہ بہت جلد ہی اصل قاتل منظر عام

بلا امتیاز سنی ہو یا شیعہ، لشکر جھنگوی کا ہو یا سپاہ محمد کا گرفتار شدگان کو ایک بار رہا کر دیا جائے۔ اس کے بعد ایک ٹریبونل قائم کیا جائے جس میں دونوں جماعتوں کو نمائندگی دی جائے اور ضابطہ اخلاق ترتیب دیا جائے پھر اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرے تو اسے عبرتناک سزا دی جائے

پر آجائیں گے۔

خلافت راشدہ: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مولانا اعظم طارق کی شہادت میں حکومت کا ہاتھ ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: میں اس امکان کو رد تو نہیں کرتا۔ اگر پاکستان میں ایٹمی حوالے سے سائنسدانوں کے ساتھ ناروا سلوک رکھا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب ایٹمی حوالے سے ہیرو ہیں، اگر ان کو ٹیلی ویژن پر قومی مجرم بنا کر معافی مانگتا ہوا دکھایا جا سکتا ہے تو مولانا اعظم طارق شہید کی، ان کے ہاں کوئی اہمیت نہیں ہو سکتا ہے حکومت اس میں ملوث ہو۔ میں اس امکان کو رد نہیں کرتا۔

خلافت راشدہ: مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ میں ایک خاص وصف تھا جو کہ ان کی شخصیت کو نمایاں کرتا تھا کہ وہ مشن اور کاز کی خاطر بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ یقیناً کارکن آپ سے بھی یہی توقع رکھیں گے۔ کیا آپ اس پر پورا اترنے کی کوشش کریں گے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: کارکن اگرچہ میرے لئے یہ کہتے ہیں یہ شخص کہ اعتدال پر چلنے والا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مصلحتیں اور رواداری کو سامنے رکھ کر چلتا ہے۔ میں تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ میں کارکنوں میں بیٹھ کر تو کمزور بات کر سکتا ہوں لیکن اللہ کے فضل و کرم سے جہاں دشمن کی بات ہوتی ہے وہاں میں نے دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی ہے۔ پرائم منسٹر ہاؤس اسلام آباد میں نواز شریف اور شہباز شریف کی موجودگی میں جہاں دیوبندی بریلوی اور اہلحدیث کے ذمہ دار حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں ساجد نقوی سے تکرار ہوئی۔ اس سے جو گفتگو ہوئی اس پر مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے مجھے داد دی۔ جب ساجد نقوی میرے ساتھ تلخ انداز میں گفتگو کر رہا تھا تو میاں نواز شریف نے فوراً کہا علامہ صاحب! جذبات میں آ کر گفتگو نہ کریں، مولانا محمد احمد لدھیانوی کے دلائل کا جواب دلائل سے دیں۔ اسی طرح سٹیٹ گیسٹ ہاؤس لاہور میں ڈاکٹر اسرار احمد کی سربراہی میں علماء کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس اجلاس میں بھی اس کے ساتھ تلخ گفتگو ہوئی۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت مولانا علی شیر حیدری صاحب کے ساتھ جماعت کی طرف سے باقاعدہ نمائندگی کیا کرتا تھا۔ حضرت حیدری صاحب نے فرمایا تھا کہ کتابی گفتگو میں (حیدری) کروں گا اور خارجی گفتگو آپ (لدھیانوی) کریں گے۔

دوست جو اجلاسوں میں شریک ہوتے تھے جانتے ہیں کہ جہاں دشمن ہوں وہاں میں نے کبھی نہ الفاظ کمزور کہے ہیں اور نہ زبان کمزور اختیار کی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے پوری جرأت اور بہادری سے میں نے وہی انداز اختیار کیا ہے جو مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کا تھا۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ یہی انداز رہے گا۔ اپنی ذات کے لئے تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن مشن کے لئے کبھی کچھ برداشت نہیں کریں گے۔

خلافت راشدہ: مولانا محمد اعظم طارق شہید کی شہادت کے بعد جھنگ کی سیاسی صورتحال کیا ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: جماعت کا ایک ووٹ بنک ہے۔ جماعت نے جب سے سیاست میں قدم رکھا ہے، ووٹ بنک میں اونچ نیچ ہوتی رہی ہے۔ تاہم اللہ کے فضل و کرم سے یہ سیٹ جماعت کی ہے اور ان شاء اللہ جماعت کے پاس ہی رہے گی۔

جھنگ میں جب بھی الیکشن ہوئے، مولانا اعظم طارق اکثر جیل میں ہوتے تھے۔ ان کی اسیری کے دوران جھنگ کے بعض لوگ اور کچھ ہمارے ذمہ دار بھی یہ کہنا شروع کر دیتے کہ آئندہ یہ سیٹ ملنا مشکل ہے۔ لیکن جب الیکشن ہوئے، مولانا اعظم طارق بظاہر سامنے بھی نہ ہوتے جیل میں ہوتے اس کے باوجود جیت جاتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا نظریاتی ووٹ بنک ہے ہمارے ساتھیوں نے نہ کل نظریے کو چھوڑا تھا اور نہ آئندہ چھوڑیں گے۔ مولانا اعظم طارق کی شہادت کے بعد مولانا سے محبت اور عقیدت کا تقاضا بھی ہے کہ وہ پہلے سے بڑھ کر اپنے امیدوار کو کامیاب کروائیں۔ ہماری جماعت واحد پلیٹ فارم ہے جہاں شخصیت پرستی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ قائدین اور ان کے رفقاء کا احترام اپنی جگہ لیکن جماعتی فیصلوں میں اقربا پروری کو کبھی پذیرائی نہیں ملی۔ میں جو کچھ بھی ہوں صرف اور صرف جماعت کی وجہ سے ہوں جھنگ کے عوام نے جماعتی مشن کے لئے بے مثال قربانیوں کی لازوال داستان رقم کی ہے۔ انشاء اللہ وہ لوگ جماعتی فیصلے سے باہر نہیں جائیں گے۔ جماعتی صدر کے لئے الیکشن لڑنے کا اصول نیا نہیں ہے بلکہ یہ مولانا اعظم طارق کا ہی وضع کردہ اصول ہے۔ انشاء اللہ ہم اسی پر کاربند رہیں گے۔

خلافت راشدہ: مخالفین جھنگ میں بھرپور طریقے سے کمپین چلانے میں مصروف ہیں، کیا جماعت بھی ایسا کر رہی ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: ہمارا ووٹ بنک برقرار ہے اور برقرار رہے گا۔ ان شاء اللہ جیسے ہی حکومت کی طرف سے الیکشن شیڈول سامنے آئے گا۔ حضرت مولانا علی شیر حیدری صاحب کی قیادت میں بھرپور طریقے سے کمپین چلائیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہمارے دشمنوں کی نیندیں حرام ہو جائیں گی اور ان کی محنت ضائع ہو جائے گی۔ رزلٹ پہلے سے بڑھ کر ہوگا۔ انشاء اللہ

خلافت راشدہ: حکومت کی طرف سے گزشتہ دنوں حلقہ این اے 89 جھنگ کے ضمنی الیکشن کا اعلان ہوا۔ پھر الیکشن ملتوی کر دیا گیا، کیا حکومت اس حلقہ میں الیکشن نہیں کروانا چاہتی؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: یہ حکومت کی سراسر زیادتی ہے کہ اس نے جھنگ کے عوام کو اپنے نمائندے سے محروم کر رکھا ہے۔ نمائندہ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے ترقیاتی کام رک گئے ہیں۔ حکومت سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ بلا تاخیر الیکشن کا اعلان کیا جائے۔ جہاں تک امن و امان کی بات ہے مولانا محمد اعظم طارق شہید کے جنازے پر تاریخی اجتماع تھا، جذبات سے بپھرا ہوا سیل رواں تھا۔ اگر ہم اس وقت کنٹرول کر سکتے ہیں اور جھنگ کو امن دے سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم امن برقرار نہ رکھ سکیں اور یہ جو آپ نے کہا کہ حکومت نے الیکشن کا اعلان کرنے کے بعد پھر الیکشن ملتوی کر دیا اس حوالے سے کہوں گا کہ جس دن ہماری جماعت کی عاملہ

کا اجلاس تھا اسی دن حکومت نے الیکشن ملتوی کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں یہی ہماری کامیابی کی دلیل ہے۔

مولانا اعظم طارق کی شہادت جماعت کے لئے بالخصوص اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے بالعموم ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ یقیناً یہ ایک ایسا خلا ہے جو بظاہر پر ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ لیکن ہمیں اپنے رب پر بھروسہ اور یقین ہے کہ اس نے اس نظام کو قیامت تک چلانا ہے، وہ کسی سے بھی کام لے سکتا ہے، ہماری جماعت جن لوگوں کے ساتھ برسرِ پیکار رہی ہے وہ بظاہر قد، جسم اور اسباب کے لحاظ سے بڑے تھے لیکن ہمارے قائد مولانا حق نواز جھنگوی شہید جسم کے لحاظ سے، قد کے لحاظ سے چھوٹے تھے، لیکن اللہ نے ان سے ایسا کام لیا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ اسی طرح جماعت کی دیگر قیادت نے جو قربانیاں دیں اور کامیابیاں حاصل کیں وہ ان کا خاص حصہ ہے۔ مولانا اعظم طارق کی شہادت کے بعد ان کی شہادت پر غمزدہ ہو کر ہم مولانا علی شیر حیدری صاحب کے اردگرد پریشان حال تھے۔ حیدری صاحب نے سب سے پوچھا مجھ سے بھی پوچھا کیا سوچ کر آئے ہو؟ اخبارات والے پوچھ رہے ہیں کس کو ان کی جگہ پر لایا جا رہا ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے کہا کہ اگر تو یہ چاہتے ہو کہ مولانا اعظم طارق جیسا کوئی شخص سامنے آئے تو قریب قریب ہمیں ایسا شخص نظر نہیں آ رہا۔ آپ کسی کے کندھوں پر یہ وزن ڈال کر اللہ کی بارگاہ میں اس کے لئے ہاتھ اٹھا دیں، اللہ کو منظور ہوا تو اس سے کام لے لے گا۔ جرنیل ملت اسلامیہ کی تدفین کے بعد جامعہ محمودیہ جھنگ میں جماعت کی شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ حضرت مولانا اعظم طارق شہید کے منصب کو پر کرنے کے لئے کہا گیا۔ کئی نام سامنے آئے۔ میرا نام بھی پیش ہوا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اتنا بڑا منصب اور اتنا بڑا اعزاز میرے کمزور کندھوں پر آ جائے گا، یہ ذمہ داریاں مجھ پر ڈال دی جائیں گی۔ ساتھیوں نے اتفاق رائے سے یہ ذمہ داریاں مجھ پر ڈال دیں۔ میں نے وہیں کھڑے ہو کر کہا جرنیل ملت اسلامیہ حضرت مولانا اعظم طارق شہید نے اس مشن کو جہاں چھوڑا ہے۔ میں ان شاء اللہ اسے وہیں سے لے کر آگے بڑھوں گا، جب تک زندہ رہوں گا اسی جرأت اور بہادری سے کام کرتا رہوں گا۔

مولانا اعظم طارق کی شہادت جماعت کیلئے بالخصوص اور دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے بالعموم ایک بہت بڑا سانحہ ہے

مولانا محمد اعظم طارق کی شہادت کے بعد کئی شہروں میں جلسوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ منچن آباد میں رات 2 بجے لوگ سڑکوں پر کھڑے تھے تاحدِ نگاہ مجمع تھا۔ لوگوں کی محبت کا وہی انداز تھا جو مولانا اعظم طارق کے ساتھ تھا۔ ڈیرہ اسماعیل خان رمضان المبارک میں تاریخی اجتماع تھا۔ میں لوگوں کی محبت دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ ہمارے کارکن اپنی قیادت سے جس انداز میں محبت کرتے ہیں شاید ملک میں ایسی کوئی اور جماعت نہ ہو۔

میں حکومت سے کہنا چاہوں گا کہ چاہیے تو یہ تھا کہ مولانا کی شہادت کے بعد جھنگ میں الیکشن کروائے جاتے۔ لیکن حکومت نے الیکشن کروانے کے بجائے جماعت پر پابندی لگا دی۔ مجھے حکومت سے اختلاف ضرور ہے۔ لیکن موجودہ حکومت کو اس حوالے سے سراہتا ہوں کہ اس نے ساجد نقوی کو گرفتار کیا ہے۔ ساجد نقوی اگرچہ پہلے بھی قتل کی متعدد ایف آئی آرز میں نامزد ملزم تھا لیکن گرفتار نہ ہو سکا۔ جب جماعت کی ذمہ داریاں میرے کندھوں پر آئیں تو میں نے حکومت کا تعاون حاصل کیا اور قتل کے ملزم ساجد نقوی کو گرفتار کروایا۔

جماعت پر پابندی ضرور ہے لیکن اس وقت پورے ملک میں پابندی کے باوجود ہمارا کوئی کارکن گرفتار نہیں ہوا۔ میں نے حکومت سے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ یہ گرفتاریاں اور پابندیاں کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ مسئلے کا حل ٹیبل ٹاک ہے۔ بے نظیر کا دور ہو، نواز شریف کا دور ہو، پرویز مشرف کا دور ہو، یا جمالی و پرویز مشرف کا ہمارا پہلے بھی وہی موقف تھا اور اب بھی وہی موقف ہے کہ ہماری مخالف جماعت کو اور ہمیں بلا کر دونوں کا تفصیلی موقف سنا جائے۔ موقف سننے کے بعد اس کا مستقل بنیادوں پر حل تلاش کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ حکومت اس حوالے سے کوشش کریگی۔ معلومات کے مطابق حکومت اس حوالے سے کوشش کر رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی امید ہے کہ ساجد نقوی یا ان کا کوئی نمائندہ ہماری جماعت کی قیادت کے سامنے بیٹھنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

یہ بھی میرے لئے اعزاز ہے کہ حکومت نے جھنگ میں ضمنی الیکشن کیلئے 21 فروری کا اعلان کیا (بعد میں الیکشن ملتوی کر دیا گیا) اس اعلان کے بعد مجلس عاملہ کا 17 جنوری کو ایک اجلاس مولانا علی شیر حیدری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں جماعت کے ذمہ داروں نے شرکت کی۔ یہ اجلاس رات بھر جاری رہا۔ اتفاق رائے کے ساتھ جھنگ کے الیکشن کیلئے مجھے نامزد کیا گیا۔ میں قیادت کو اور کارکنوں کو یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اگر انہوں نے مجھ پر اتنے بڑے اعتماد کا اظہار کیا ہے تو آنے والے وقت میں، میں ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔

خلافت راشدہ: مولانا اعظم طارق شہید کی تدفین کے بعد جامعہ محمودیہ جھنگ میں مجلس شوریٰ کے اجلاس میں مرکزی کنوینئر کے طور پر آپ کا نام سامنے آیا اور اس پر اتفاق رائے ہو گیا۔ جھنگ کے الیکشن کے حوالے سے کہا گیا کہ جھنگ کے ذمہ داروں کو اعتماد میں لے کر حتمی فیصلہ کیا جائے گا۔ ازاں بعد جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں جماعت کی ضلع باڈی کا اجلاس ہوا، جس میں آپ (مولانا محمد احمد لدھیانوی) ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب اور مولانا عبدالخالق رحمانی صاحب موجود تھے۔ آپ سب کی موجودگی میں ضلعی ذمہ داروں نے متفقہ طور پر شہید ناموسِ صحابہؓ مولانا محمد اعظم طارق شہید کے بھائی مولانا محمد عالم طارق صاحب کو جھنگ کے ضمنی الیکشن کے لئے متفقہ طور پر نامزد کیا، گویا آپ کی تائید حاصل تھی۔ اس اجلاس کے بعد پریس کانفرنس ہوئی۔ وہاں بھی آپ نے مولانا عالم طارق کی تائید کی۔ لیکن پھر بعد میں کمالیہ کے ایک اجلاس میں الیکشن کے حوالے سے آپ کے نام پر جماعت کی طرف سے اتفاق رائے ہو گیا۔ کچھ وضاحت فرمائیں گے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: دراصل کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں اور کچھ کی جا رہی ہیں۔ جھنگ میں جو آزاد پارلیمانی بورڈ کا اجلاس ہوا تھا۔ اس اجلاس میں مجھے، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں اور مولانا عبدالخالق رحمانی کو مدعو کیا گیا تھا کہ اس اجلاس میں آپ کا آنا ضروری ہے۔ ہمیں اس وقت اگر پتہ چل جاتا کہ اس میں طے شدہ یہ فیصلہ ہونا ہے تو شاید ہم اس اجلاس میں شرکت نہ کرتے۔ اجلاس میں گفتگو سننے کے بعد مجھ سمیت دیگر دو حضرات (ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں اور مولانا عبدالخالق رحمانی) نے اس لئے اختلاف نہ کیا کہ مولانا کی شہادت کا تازہ تازہ صدمہ سامنے تھا۔ اس اختلاف کو لوگوں نے کسی اور نظر سے دیکھنا تھا اگرچہ رائے کا اختلاف ہونا تھا۔ لوگوں

نے اس پر حاشیے چڑھاتا تھے اور تبصرے کرتا تھے۔ اس لئے ہم نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ جب وہاں سب نے مل کر یہ کہہ دیا کہ مولانا محمد عالم طارق ہمارے متفقہ امیدوار ہیں تو ہم نے بھی یہ کہہ دیا کہ بڑی اچھی بات ہے۔ چونکہ آپ اتفاق سے یہ کام کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جہاں تک پریس کانفرنس کا تعلق ہے وہ بھی ہمارے علم میں نہ تھا کہ پریس کانفرنس بھی ہوگی۔ اجلاس سے فارغ ہو کر مولانا اعظم طارق شہید کا وہ کمرہ جسے پبلک سیکرٹریٹ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ساتھی نے آ کر کہا کہ پریس والے آپ کو بلا رہے ہیں۔ مسجد حق نواز شہیدؒ کے ساتھ جو دفتر ہے وہاں پریس کانفرنس ہو رہی تھی۔ میں جب وہاں پہنچا، مولانا عبدالغفور جھنگوی پریس والوں سے مخاطب تھے اور اجلاس کے فیصلوں سے آگاہ کر رہے تھے، میں یہ سب سن رہا تھا۔ آخر میں جب صحافیوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کا اس پر اتفاق ہے۔ میں نے کہا ہاں یقیناً وہاں میں نے اختلاف نہیں کرنا تھا۔ اگر میں اختلاف کرتا تو اختلاف نے وسعت اختیار کرنا تھی۔ جماعت کو بڑا نقصان پہنچ سکتا تھا۔ مصلحت بھی یہی تھی۔ میں نے وہاں خاموشی اختیار کی۔

اجلاس سے آنے کے بعد ملک کے اطراف سے ٹیلیفون کالیں آنا شروع ہو گئیں کہ یہ ایسا کیوں ہوا؟ کیا یہ خاندانی وراثت ہے؟ کیا مولانا عالم طارق جماعت کے ممبر ہیں وغیرہ۔ اس طرح کے سوالات پوچھے گئے۔ اس حوالے سے بات بہت آگے بڑھ گئی۔ اس کا حل یہی تھا کہ جماعت کا باقاعدہ اجلاس بلایا جائے۔ چنانچہ 24 اکتوبر کو جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ میں مولانا علی شیر حیدری صاحب کے پاس مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ یہ اجلاس ساری رات جاری رہا۔ اجلاس میں یہ عنوان زیر بحث آیا کہ دستور کے مطابق کسی حلقے کی قومی اسمبلی کے امیدوار کا فیصلہ جماعت کی عاملہ کرے گی۔ اجلاس میں اعتراض کیا گیا کہ یہ فیصلہ عاملہ کے بغیر کیسے ہو گیا؟ اس موقع پر ہم سے بھی پوچھا گیا کہ آپ کس حیثیت میں (جھنگ اجلاس میں) بیٹھے ہوئے تھے......

ہم نے ہاؤس کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ بڑی تفصیلی بحث کے بعد یہ طے پایا کہ جب تک گورنمنٹ کی طرف سے جھنگ کے لئے الیکشن کا اعلان نہیں کیا جاتا ہے۔ اس وقت تک جماعت کی طرف سے کوئی خود کو امیدوار نہیں کہے گا۔ حکومت کی طرف سے جیسے ہی 21 فروری کا اعلان سامنے آیا تو ضروری تھا کہ ہنگامی حالت میں مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا جائے۔ چنانچہ 17 فروری کو کمالیہ میں مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ آزاد پارلیمانی بورڈ کے ذمہ داروں نے کہا کہ اجلاس میں ہمیں نمائندگی دی جائے۔ حضرت حیدری مدظلہ کے مشورہ اور اجازت سے انہیں 2 نمائندوں کی اجازت دے دی گئی۔ جب وہ کمالیہ میں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں 2 کی بجائے 4 افراد کو نمائندگی کا حق دیا جائے۔ چنانچہ جماعت کے مشورہ سے 4 افراد کو نمائندگی کی اجازت دے دی گئی۔ پھر انہوں نے مطالبہ کیا کہ مولانا عالم طارق کو بھی اجازت دی جائے۔ لہٰذا انہیں بھی شرکت کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آزاد پارلیمانی بورڈ کے چیئرمین محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چوہدری سلطان محمود، حاجی نیر احمد بھلوان، مولانا عبدالغفور جھنگوی یہ چاروں حضرات اجلاس میں شریک ہوئے۔ انہوں نے اپنا موقف پیش کیا.........

میں اللہ کے فضل و کرم سے وہی انداز اختیار کروں گا جو مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے اختیار کیا تھا

عاملہ کے اراکین نے متفقہ طور پر مجھے بطور امیدوار نامزد کر دیا۔ اس پر میں جماعت کے ذمہ داروں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔

خلافت راشدہ: ملکی سطح پر (کالعدم) ملت اسلامیہ اور متحدہ مجلس عمل میں ایک تناؤ پایا جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: یہ بات تو سب پر واضح ہے جن لوگوں کے ساتھ ہماری لڑائی ہے وہ لوگ اس میں شامل ہیں۔ یکے بعد دیگرے 4 بڑی قیادتیں شہید ہوئیں۔ ہمارا مخالف اور ہماری ایف آئی آر میں نامزد قاتل ساجد نقوی مجلس عمل کی صفِ اول میں بیٹھا ہے۔ تناؤ کا بنیادی سبب یہی ہے۔ جب تک وہ بیٹھا رہے گا یہ تناؤ اسی انداز میں رہے گا۔

خلافت راشدہ: پرویز مشرف نے جس طرح ڈی بریفنگ کے نام پر ایٹمی سائنسدانوں کے حوالے سے قدم اٹھایا ہے۔ کیا یہ بھی وسیع تر ملکی مفاد میں ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: یہ ملک کے خلاف بہت بڑی سازش ہو رہی ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اس حوالے سے جو کچھ ہو چکا ہے بہت ہے۔ حکومت اور اپوزیشن کو ملک اور قوم پر رحم کرتے ہوئے اس پر خاموشی اختیار کر لینی چاہیے۔

خلافت راشدہ: کیا اس سے یہ تاثر لیا جا سکتا ہے کہ سائنسدانوں کے بعد جرنیلوں کی بھی باری آ سکتی ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: جرنیلوں کی باری آ سکتی ہے حکمرانوں کی باری آ سکتی ہے، کسی اور کی بھی باری آ سکتی ہے۔ یہ فوج پر تنقید نہیں ہے نہ فوجی ادارے پر تنقید ہے۔ دراصل غلط پالیسیوں پر تنقید ہے۔ فوج کا اصل کام ملک کی سرحدوں کا تحفظ کرنا ہوتا ہے۔ جب فوج اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کے کام میں مداخلت کرے گی تو پھر سیاستدان بھی فوج پر تنقید کریں گے۔ کو سیاستدان سمجھتے ہیں کہ یہ اپنا کام چھوڑ کر ہمارے کام میں مداخلت کر رہے ہیں، پھر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی حیثیت بھی ایک سیاستدان جیسی ہے۔ پھر ایک دوسرے پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ تنقید ادارے یا فوج پر نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایل ایف او کا تنازعہ بڑا طول اختیار کر گیا تھا۔ جس پر اپوزیشن نے اتنا وقت ضائع کیا۔ ایل ایف او پر اتفاق ہو گیا ہے۔ اپوزیشن نے صدر کو ایک سال کی مہلت دے دی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جنرل صاحب کو چاہیے کہ وردی اتار کر اپنا اصل کام کریں۔

خلافت راشدہ: مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے جب حکومت کی حمایت کی تھی تو اس وقت ایم ایم اے نے ایک طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ تو کیا اب ایل ایف او کے حوالے سے انہوں نے حکومت کی حمایت نہیں کی؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: ہم نے اس وقت جن حالات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا تھا، جو لوگ ہماری جماعت کے حالات سے واقف تھے انہوں نے ہمارے اس فیصلے کو سراہتے ہوئے ہمیں شاباش دی تھی کہ آپ نے اپنی جماعت اور اور اپنے کارکنوں کے لئے یہ بہترین فیصلہ کیا ہے۔ مولانا اعظم طارق شہیدؒ سے ایک موقع پر کسی نے سوال کیا کہ حضرت آپ مشن کے حوالے سے کمزوری دکھا رہے ہیں۔ مولانا اعظم طارق نے جواب میں فرمایا کہ اگر مجھے شہادت کی موت آئے تو سمجھ لینا میں مشن پر ہوں اور اگر شہادت کی موت نہ آئی تو پھر سمجھ لینا میں نے مشن پر لچک دکھائی ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی

اس بات کو پورا کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے شہادت دے کر دنیا پر عیاں کر دیا کہ مولانا اعظم طارق نے جو کام کیا اخلاص کے ساتھ کیا نہ کہ مفادات کے لئے اور جن لوگوں نے ہم پر تنقید کی ان لوگوں نے اسمبلیوں میں ڈیسک بجا بجا کر تھک ہار کر بالآخر وہی کام کیا۔

خلافت راشدہ: مشن تحفظ ناموس صحابہ بیرون ممالک میں عام کرنے کے لئے جس طرح پہلے قائدین جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ اس حوالے سے آپ کے عزائم..........؟؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: جن حالات میں، میں نے ذمہ داریاں سنبھالی ہیں، ان حالات میں ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک جانا مناسب نہیں۔ میری سب سے پہلی ترجیح ہے کہ مولانا اعظم طارق شہید کے قاتل گرفتار ہوں۔ الحمدللہ نامزد ایک قاتل گرفتار ہو چکا ہے۔ دوسرا ملک چھوڑ کر فرار ہو چکا ہے، جبکہ تیسرا قاتل روپوش ہے۔

میں حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ بلاتاخیر جھنگ کے الیکشن کا اعلان کیا جائے تاکہ عوام کو بنیادی حقوق فراہم ہوسکیں

اس حوالے سے حکومت پر اعتماد کرتا ہوں۔ ان کی رفتار درست ہے۔ اس سے قبل کسی حکومت نے ہمارے قائدین کے مقدمات کے حوالے سے دلچسپی نہیں لی جتنا کہ یہ گورنمنٹ لے رہی ہے۔ جیسے ہی حالات کچھ نارمل ہوتے ہیں تو میں خود ان شاء اللہ بیرون ممالک میں جہاں جہاں بھی ہمارے یونٹس قائم ہیں ہم کوشش کریں گے وہاں جائیں، جماعت کا مشن اور پیغام پوری دنیا میں پھیلائیں گے۔ میری معلومات کے مطابق آنے والے دنوں میں ہمارے سرپرست اعلیٰ علامہ علی شیر حیدری صاحب برطانیہ کا سفر کرنے والے ہیں، اسی طرح رمضان المبارک میں ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں نے سعودیہ کا سفر کیا ہے۔ اس وقت ہماری جماعت کے مرکزی رہنما مولانا محمد یحییٰ عباسی صاحب ساؤتھ افریقہ کے دورے پر ہیں انہوں نے سعودیہ، دوبئی، شارجہ و دیگر مختلف ریاستوں کے سفر کئے ہیں۔ آنے والے دنوں میں ہماری کوشش ہے کہ ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب اور مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی صاحب کو بیرون ممالک بھیجیں تا کہ جماعت کا مشن اور موقف وہاں پہنچائیں۔

خلافت راشدہ: لاہور میں "قصر فاروق اعظمؓ" کے نام پر مرکزی سیکرٹریٹ بڑی زرکثیر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ گزشتہ قیادتوں کے ادوار میں اس کو استعمال میں نہیں لایا گیا۔ کیا آپ اس سیکرٹریٹ کو استعمال میں لائیں گے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: مجھے امید ہے، اس وقت گورنمنٹ کے ساتھ رابطے اور مذاکرات ہو رہے ہیں، اگر یہ رابطے اسی انداز سے جاری رہے اور جس طرح وہ ہم پر اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں یہ انداز جاری رہا تو بہت جلد قصر فاروق اعظمؓ ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں کارکنوں کے ذاتی کمروں، مکانوں اور بیٹھکوں کو جو سیل کیا گیا ہے، یہ سب سیلیں بہت جلد ٹوٹ جائیں گی۔ پھر ہماری ساری پالیسیاں قصر فاروق اعظمؓ سیکرٹریٹ سے جاری ہوں گی اور لوگ دیکھیں گے کہ واقعی کسی جماعت کا سیکرٹریٹ ہے۔

خلافت راشدہ: پرویز مشرف نے "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ لگایا اور ساتھ ہی ہندوستان کے ساتھ تعلقات کی شروعات کیں۔ کیا یہ پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ" سے انحراف نہیں ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: یقیناً یہ شہداء کی قربانیوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہے وہ لوگ جنہوں نے تقسیم ملک کے وقت ہزاروں کی تعداد میں جان کی قربانیاں پیش کی تھیں ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کو تار تار کیا گیا بے پناہ قربانیوں کے بعد پاکستان حاصل کیا گیا اور آج تجارت کے عنوان پر پابندیوں کو ختم کرنا اور خوشگوار ماحول کا تاثر دے کر یہ کہنا کہ ہم دونوں (پاکستان اور بھارت) ایک ہی ہیں ہم دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ سراسر دو قومی نظریہ سے غداری اور شہداء کے خون سے بہت بڑی زیادتی ہے۔ سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ ہی غلط ہے۔ سب سے پہلے ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کو سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہئے تھا۔ حکمرانوں کو چاہئے کہ ملک کا خیال رکھیں اور عوام کی قربانیوں کو ضائع نہ کریں۔

خلافت راشدہ: (کالعدم) سپاہ صحابہؓ پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا رہا ہے کہ یہ ایک دہشت گرد تنظیم ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: یہ غلط ہے ہم دہشت گرد نہیں ہیں۔ یہ ہم پر الزام ہے ہم نے اعلیٰ عدالت سے رجوع کیا ہے ہم نے نواز شریف، بے نظیر، غلام اسحاق خان، فاروق لغاری، کے دور میں بھی کھل کر کہا کہ ہم پر دہشت گردی کا ایک بھی الزام ثابت کر دو وہ ثابت نہیں کر سکے۔ اور پرویز مشرف حکومت سے بھی ہم نے کہا کہ ہم پر دہشت گردی کا الزام ثابت کرو لیکن آج تک کوئی بھی حکومت ایسا نہیں کر سکی۔ جماعت کی قیادتیں سالہا سال جیلوں میں رہی ہیں اور عدالتوں سے باعزت طور پر بری ہوئی ہیں دہشت گردی کے حوالے سے ہماری قیادت پر کوئی الزام ثابت نہیں ہوا۔

خلافت راشدہ: صدر پرویز مشرف پر جو قاتلانہ حملے ہوئے اس کا پس منظر کیا ہو سکتا ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی:۔ ظاہر ہے جب ایک آدمی کسی کو مارے گا، اس کا رد عمل کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔ اس کا کوئی دوست، کوئی عزیز، اس سے کوئی محبت رکھنے والا، آخر ان کے بھی جذبات ہیں، انہیں کنٹرول تو نہیں کیا جا سکتا۔ افغانستان کے خلاف جنگ کرنا، مجاہدین طالبان کو بمبارمنٹ کے ذریعے صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوششیں کی گئیں، ملا محمد عمر کی حکومت کا تختہ اُلٹا گیا، عراق میں صدام حسین کی حکومت کا تختہ الٹا گیا۔ وہاں کے لوگوں کو مارا گیا۔ جب کوئی کسی کے ساتھ کرتا ہے پھر لامحالہ رد عمل کچھ نہ کچھ ہوا کرتا ہے۔

خلافت راشدہ: تو کیا ان کارروائیوں میں پرویز مشرف شریک رہے ہیں؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: یقیناً اگر پاکستان امریکہ کو اڈے یہاں اڈے بنانے کی اجازت نہ دیتا اور راستے فراہم نہ کرتا تو امریکہ کبھی بھی یہ سب کچھ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

خلافت راشدہ: مشن جھنگوی کے حوالے سے جو لوگ مختلف جیلوں میں اسیری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے لئے آپ کیا کر رہے ہیں؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: نواز شریف اور بینظیر کے دور میں بھی اور اب بھی ہمارا یہ موقف ہے کہ ان میں اکثر بے گناہ ہیں حکومت سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ بلا امتیاز سنی ہو یا شیعہ۔ لشکر جھنگوی کا ہو یا سپاہ محمد کا۔ ان سب لوگوں کو ایک مرتبہ رہا کر دیا جائے۔ بعض ذمہ داروں نے پوچھا کہ یہ کیسے ہو گا، اس کا کیا طریقہ ہو گا میں نے کہا جیسے کسی علاقے میں دو پارٹیوں کے درمیان لڑائیاں ہوتی ہیں، دونوں پارٹیوں کا نقصان ہوتا ہے۔ لڑائیاں طوالت اختیار کر جاتی ہیں پھر علاقہ کے کچھ ذمہ دار لوگ، زمیندار اور سیاسی قد آور لوگ درمیان میں آ جاتے ہیں اور آ کر

کہتے ہیں کہ بھئی دونوں پارٹیوں کا بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ خدا کے لئے برادری اور قوم پر مہربانی کریں۔ چنانچہ وہ بیٹھ کر تفصیلی گفتگو کے بعد کہتے ہیں کہ دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔ اس طرح سنی اور شیعہ کو ایک جگہ بٹھایا جا سکتا ہے یہ کسی کا کسی پر احسان نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ کسی ایک نے معافی نہیں دینی بلکہ دونوں ایک دوسرے کو معاف کریں گے۔ مولانا اعظم طارق شہید نے تو جو موجودہ ہوم سیکرٹری ہیں ان کے سامنے بیٹھ کر یہ کہا تھا کہ اگر آپ اس حوالے سے کوئی فیصلہ کرنا چاہیں تو میں کھلے دل کے ساتھ آپ کو سارے اختیارات دے کر جاتا ہوں کہ ہم سب کو معاف کر دیں گے حتیٰ کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے قاتلوں کو بھی معاف کر دیں گے۔ مولانا اعظم طارق پر قاتلانہ حملہ کرنے والے غلام رضا نقوی کو بھی رہا کر دیں گے بنیادی طور پر ہمارا اور ان کا ایک فرق ہے کہ ہمارے قائدین کے قاتلوں کو معافی ملے گی اور ان کے کارکنوں کے قاتلوں کو معافی ملے گی اس کے باوجود ہم ملک کے وسیع تر مفاد اور آنے والے وقت میں لوگوں کو تحفظ دینے کے لئے اور ملک میں قیام امن کے لئے اتنا بڑا قدم اٹھانے کے لئے بھی تیار ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ جو لوگ مختلف کیسوں کی وجہ سے گھروں سے بے گھر ہیں۔ ان کے لئے بھی ایک مرتبہ عام معافی کا اعلان کر دیا جائے اس کے بعد ایک ٹربیونل قائم کیا جائے جس میں دونوں جماعتوں کے ذمہ داروں کو نمائندگی دی جائے۔ یقیناً کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کا حل نہ ہو دونوں جماعتوں کا مؤقف سنا جائے اور پھر ایک ضابطہ اخلاق ترتیب دیا جائے اس پر سب کے دستخط لیے جائیں اس کے بعد جو ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرے فوری طور پر اسے قانون کے شکنجے میں دیدیا جائے اور عبرتناک سزا دی جائے ایک دو سزاؤں کے بعد پھر اس جرم کا کوئی ارتکاب نہیں کرے گا۔

خلافت راشدہ: (کالعدم) سپاہ صحابہؓ کا قیام جب عمل میں لایا گیا تھا تو اس وقت بنیادی طور پر دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا گیا اور ساتھ لے کر چلتے رہے۔ لیکن اب کچھ عرصے سے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ بریلوی اور اہلحدیث علماء کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اس کی کیا وجوہات ہیں۔ آئندہ اس بارے آپ کے کیا ارادے ہیں؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: یہ درست ہے اور واقعتاً ہمارا سٹیج سنی سٹیج کہلاتا تھا۔ دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث یہ تینوں شیعہ کے مقابلہ میں سنی سمجھے جاتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہے کہ مکمل طور پر بریلوی اور اہلحدیث ہمارے سٹیج پر نہ ہوں۔ مگر کچھ کمی ضرور آئی ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ قد آور قسم کے لوگ ہمارے ساتھ نظر نہیں آ رہے اس حوالے سے میں نے قیادت کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کی ہے کہ ہمیں بریلوی اور اہلحدیث مکتبہ فکر کے ذمہ داروں سے رابطہ کرنا چاہئے۔ جیسے ہی حالات کچھ نارمل ہوتے ہیں ہم ان شاء اللہ ان لوگوں کو اسی انداز میں ساتھ لے کر چلیں گے جیسا کہ شروع میں ساتھ لے کر چل رہے تھے۔

خلافت راشدہ: شروع میں (کالعدم) سپاہ صحابہؓ کے مختلف شعبے قائم تھے جیسے خواتین کا، سٹوڈنٹس کا، تاجروں کا، وکلاء کا، کچھ عرصہ سے یہ سلسلہ بھی نظر نہیں آ رہا اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: مشکلات اور قائدین کی مصروفیات کی وجہ سے یہ سب چیزیں رُک گئی ہیں۔ ہمیں رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان تمام شعبوں میں کام ہو۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ ہماری مصروفیات کم ہوں اور راستے میں جو رکاوٹیں حائل ہیں یہ بھی ہٹ جائیں۔ مشہور مثل ہے ''سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے'' ہماری کوشش ہے کہ ہم اپنے مشن میں بھی کامیاب ہو جائیں اور ساتھیوں کا نقصان بھی نہ ہو۔ جیسے آپ دیکھ رہے ہیں کہ تین چار ماہ کے دوران میں، ہمارے مخالفین پریشانی کے عالم میں ہیں۔ ہماری جماعت پر پابندی ضرور ہے لیکن ہم اتنے زیادہ پریشان نہیں ہیں جتنے پہلے پریشان ہوا کرتے تھے۔

خلافت راشدہ: جماعت اپنے اہداف و مقاصد حاصل کرنے میں کہاں تک کامیاب ہو سکی ہے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: ہم اس وقت بھی اپنے آپ کو کامیاب سمجھتے ہیں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دور میں ان سے سوال کیا گیا کہ حضرت! اتنا نقصان ہو چکا ہے اتنی قربانیاں دی جا چکی ہیں کوئی رزلٹ بھی سامنے آیا ہے۔ حضرت مدنیؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بھائی ہم رزلٹ دیکھنے کے لئے کام نہیں کرتے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کر رہے ہیں۔ نتیجہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ کام ہم کر جائیں گے نتیجہ کوئی اور دیکھے گا۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ تحریک ختم نبوت کے دوران کتنی قربانیاں دی گئیں، کتنی شہادتیں ہوئیں لیکن آگے چل کر، جبکہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا انور شاہ کاشمیریؒ نظر بھی نہیں آ رہے تھے۔ اور دفعتاً ایک ایسا شخص جس کا سٹیج کے ساتھ، عوام کے ساتھ کوئی رابطہ نہ تھا، میری مراد حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ہیں ان کی قیادت میں ملک میں بھرپور انداز سے ایک تحریک اٹھی اور پھر 1973ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا گیا۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ قادیانیت کے فتنے کو ختم کرنے کے لئے سو سال لگے، پھر اسمبلی میں بات آئی۔ ہماری جماعت کی عمر ابھی سولہ سترہ سال ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہماری آواز ایوان صدر، پرائم منسٹر ہاؤس اور اسمبلیوں میں پہنچ چکی ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ دنیا کا کوئی ملک نہیں ہے جہاں ہماری آواز اور ہمارا مشن نہ پہنچا ہو۔

مختلف حکومتوں کی طرف سے بنائی گئی کمیٹیاں، بورڈز، فورم جہاں بھی ہماری قیادت کو جانے کا اتفاق ہوا، اللہ کے فضل سے ہمارا موقف جس نے بھی سنا ہے سراہا ہے یہاں میں حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کا ایک جملہ دہراتا ہوں ''جس نے ہمیں قریب بیٹھ کر سنا اس نے کہا کہ ان سے بڑا محب وطن اور دین سے محبت کرنے والا کوئی اور نہیں ہے'' یہ میرا اپنا تجربہ ہے کہ ہم نے جہاں بھی گفتگو کی گفتگو سننے والوں نے ہماری بات کو پسند کیا اور سراہا ہے، میری مراد ''ملی یکجہتی کونسل''، ''متحدہ علماء بورڈ'' اور ''علما کمیٹی'' ہے۔ نواز شریف کے دور میں اس وقت کے جسٹس سجاد علی شاہ صاحب کے سامنے ساڑھے چار گھنٹے علامہ علی شیر حیدری صاحب نے کھل کر موقف پیش کیا اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس موقع پر اس نے کہا کہ واقعتاً یہ تو اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ میں اس مسئلہ کے حل کے لئے ایک ٹربیونل تشکیل دوں گا اور بغیر کسی وقفہ کے اس کی سماعت کروں گا اور اس کا فیصلہ کروں گا۔ اس کے یہ الفاظ سن کر ہمیں بڑی خوشی ہوئی اور تقویت ملی۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عدالت بولے گی، ایک دن جج بولے گا۔ جب جسٹس سجاد علی شاہ نے ہمیں یقین دلایا تو ہم نے کہا الحمدللہ مولانا حق نوازؒ کے یہ الفاظ پورے ہو گئے ہیں لیکن بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب بھی ہم نتیجے کے قریب قریب پہنچ جاتے ہیں پھر ہمسایہ ملک کے پریشر اور ان کے اثرات کی وجہ سے ہمارے حکمران بے بس نظر آتے ہیں۔ بظاہر ہمیں یقین دہانیاں کروائی جاتی ہیں لیکن ہمسایہ ملک کے پریشر کے باعث خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ یہ پابندیاں اور گرفتاریاں کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ ہماری اب بھی کھلی آفر ہے کہ موجودہ گورنمنٹ کسی حاضر سروس جنرل کی سربراہی میں ایک ٹربیونل تشکیل دے، جس میں عدالتوں

باقی صفحہ 6 ہا نمبر 11

اصحاب سید المرسلین فی الکتب المبین

اللہ تعالیٰ کی صحابہ کرامؓ کو براہِ راست تعلیم

جمع و ترتیب
عبدالغفار محسن حسن پوری

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓی اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰہُ کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَی الْهُدَی ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰہِ هُوَ الْهُدٰی وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ. (الانعام:۷۱:۷۲)

ترجمہ:۔ تو کہہ دے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اُن کو جو نہ نفع پہنچا سکیں ہم کو اور نہ نقصان، اور نہ کیا پھر جاویں ہم اُلٹے پاؤں اس کے بعد کہ اللہ سیدھی راہ دکھا چکا ہم کو، مثل اُس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا ہو اُس کو جنوں نے جنگل میں جب کہ وہ حیران ہے، اس کے رفیق بلاتے ہیں اُس کو رستہ کی طرف چلا آ ہمارے پاس، تو کہہ دے کہ اللہ نے جو راہ بتلائی وہی سیدھی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں پروردگار عالم کے، اور یہ کہ قائم رکھو نماز کو، اور ڈرتے رہو اللہ سے، اور وہی ہے جس کے سامنے تم سب اکٹھے ہو گے۔“

ترجمہ حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ)

شان نزول:(۱) ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اپنے والد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بت پرستی و شرک کی دعوت دی، جس وقت کہ عبدالرحمٰن مسلمان نہیں ہوئے تھے، ان کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب بتایا۔ (تفسیر صاوی، معانی، مدارک، بیضاوی وغیرہ)

(۲) ایک بار کفار مکہ کے سردار عینیہ اور اس کے ساتھیوں نے فقرا مسلمین کو اسلام چھوڑنے، بت پرستی اختیار کر لینے کی رغبت دی اور اس پر بہت لالچ دی۔ ان کفار کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (روح المعانی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، تفسیر ابن کثیر، تفسیر تنویر المقیاس وغیرہ)۔ (تفسیر نعیمی جلد ہفتم)

(۳) مولانا عبدالحمید سواتی مدظلہ نے اس آیت کا شان نزول و تفسیر بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہاں درج ہے۔

ان آیات میں بعض اُن مشرکین کا تذکرہ بھی ہے جو اہل ایمان کو اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دیتے تھے اور معبودان باطلہ کی عبادت پر آمادہ کرتے تھے۔

مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن پہلے کافروں کے ساتھ تھے چنانچہ معرکہ بدر میں وہ مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے۔ بعد میں اللہ نے آپ کو ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔ اپنے ابتدائی دور میں اپنے باپ صدیق اکبرؓ کو اپنے پرانے دین اور قوم اور برادری کے طریقے پر واپس آنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا۔ (یعنی یہ آیت نازل فرمائی از مرتب) آگے ملاحظہ ہو (معالم العرفان فی دروس القرآن ص ۲۱۳ تا ۲۱۸)

مفتی احمد یار خان گجراتی:۔

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

(۱) قُلْ میں خطاب یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور روئے سخن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے یعنی اے محبوبؐ! آپ جناب ابوبکرؓ سے فرما دو کہ وہ عبدالرحمٰن کو یہ جواب دے دیں۔ اس میں جناب صدیقؓ کی انتہائی عزت افزائی ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کی معرفت جناب صدیقؓ کو یہ پیغام بھیجا۔

(۲) یا فقرا مساکین سے یا عام مسلمانوں سے، یعنی اے محبوبؐ! آپ ابوبکر صدیقؓ سے یا ان فقرا مساکین سے یا عام مسلمانوں سے فرما دیں کہ وہ ان کفار کو یہ جواب دے دیں۔

(۳) یا روئے سخن مشرکین سے ہی ہے۔ یعنی اے محبوبؐ! آپ ان دعوت دینے والے کفار کو فرما دیں۔

(۴) یا قُلْ میں خطاب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے۔ یعنی اے ابوبکر تم عبدالرحمٰن سے کہہ دو، انہیں یہ جواب دے دو۔ تب حضرت صدیقؓ کی بڑی عزت افزائی ہے کہ ان سے شخصی طور پر، براہ راست رب نے قرآن مجید میں خطاب اور کلام فرمایا۔

دوسروں سے رب کا خطاب دوسری دنیا یعنی برزخ یا قیامت میں ہوگا۔ جناب صدیقؓ وہ خوش نصیب مومن ہیں جن سے خطاب رب نے اس دنیا میں کیا، وہ بھی قرآن مجید میں ظاہر یہی ہے کہ یہ خطاب جناب ابو بکر صدیقؓ سے ہے کیونکہ ان کے فرزند عبدالرحمٰن نے انہیں کو دعوت کفر دی تھی۔ اَنَدْعُوْا یہاں ہمزہ انکاری سوال کا ہے یا یہ سوال اظہار حیرت کے لئے ہے یعنی حیرت ہے کہ تم نے اے عبدالرحمٰن مجھے دعوت کفر دینے کی کیسے ہمت کی۔ کیا ہم بت پرستی کر سکتے ہیں؟ جس کے دل میں ایمان کا درخت رب نے بویا ہو، اسے نگاہ مصطفویؐ نے سینچا اور پرورش کیا ہو، کیا وہ درخت تمہارے اُکھیڑنے تمہارے کاٹنے سے کٹ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں جناب صدیقؓ نے اپنی والدہ کے شکم میں رہ کر کبھی اُنہیں بت کو سجدہ نہ کرنے دیا تو وہ خود کیسے بت کو سجدہ کرتے۔ (تفسیر نعیمی صفحہ نمبر ۴۷ پارہ ہفتم)

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

”تفسیر عالمانہ یہ ہے (i) اے ابو بکر صدیقؓ! یا اے مسلمان! ان بہکانے والے کفار کو جواب دو۔

(ii) یا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جناب صدیق اکبرؓ اور دیگر مسلمانوں کو سکھا دو اور ان سے فرما دو کہ وہ بہکانے والے کفار کو یہ کہہ دیں کہ اے بدنصیبو! کیا ہم بھی تمہاری طرح یہ حماقت کریں کہ پتھروں، لکڑیوں، چاند، تاروں، سورج کو پوجیں جن کے پوجنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ نہ پوجنے سے کوئی نقصان، بلکہ پوجنے میں نقصان ہے، نہ پوجنے میں فائدہ۔ یعنی یہاں دُعا بمعنی پکارنا یا بلانا یا دعا مانگنا نہیں بلکہ بمعنی پوجنا ہے۔ اس تفسیر پر کوئی اعتراض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ یہ ہے کہ جس چیز کی اطاعت کی جادے اللہ کے مقابل وہی اس کا نفسانی معبود ہے۔ حتیٰ کہ اگر دوکانداری کے لئے نماز چھوڑ دی گئی تو دوکان اس کی معبود ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ کیا تم ہم کو یہ مشورے دیتے ہو کہ ہم پر تو اللہ نے یہ کرم فرمایا کہ ہم کو ایمان و اسلام و تقویٰ کی ہدایت دے دی اور ہم یہ غضب کریں کہ اُلٹے پاؤں پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں اور ہمارا

باقی صفحہ 46 نمبر 12

سال نو مبارک......!

شاہ فیصل خان، باجوڑ ایجنسی

اے رشتہ ایمان میں جڑے ہوئے ایک ارب بتیس کروڑ مسلمانو! تمہیں نیا اسلامی سال مبارک ہو۔ اے مصائب و آلام کے ہجوم میں گھرے ہوئے مسلمانو! نیا چاند مبارک ہو۔ اے تنہائیوں میں رہنے والی آنکھو! رب کے سامنے جھکنے والی پیشانیو! ذکر کرنے والی زبانو! امت کے لئے سوچنے والے دماغو! محرم کی آمد مبارک ہو۔ اے یتیم ہوجانے والے بیٹو! جگر کے ٹکڑے

قربان کردینے والی ماؤ! اپنے بڑھاپے کے سہاروں کو اسلام پر نثار کردینے والے باپو! بھائیوں کو سجا سجا کر شہادت گاہ والفت میں بھیجنے والی بہنو! ہلال نو مبارک ہو۔ افغانستان سے کیوبا تک اور فلسطین سے کشمیر تک وقت کے شدادوں اور فرعونوں کی جیلوں میں جور و جفا کے نئے نئے طریقوں کے نشانہ مشق بننے والے مجاہدو! اعضاء بریدہ روح تپیدہ جاں نثارو! نیا سال مبارک ہو۔ امت اسلامیہ کی پسپائی، ذلت، غفلت، شکست پسماندگی، مغلوبیت، خون ریزی، تفرق و انتشار او آہ و زاری کا ایک سال اور بیت گیا۔

ایک طرف کافروں کی سازشیں، زہریلی تدبیریں خوفناک گھیرا بندیاں، اذیت ناک جیلیں، ویران جزیرے، لوہے کے پنجرے، بھاری بھرکم زنجیریں، ڈیزی کٹر اور کلسٹر بم، بحری بیڑے، ہیلی کاپٹر اور ہوائی جہاز ہیں...... تو دوسری جانب مشق ستم بننے والے اسلامی ممالک ہیں۔ مجاہدین اسلام ہیں۔ ایمان میں رچ بس جانے والے جسم ہیں۔ کلمہ پڑھنے والوں کے سینے ہیں۔ مسجدیں اور مدرسے ہیں۔ لیکن اس گھٹا ٹوپ اندھیرے کے باوجود مصائب و آلام میں گھرے ہوئے کروڑوں مسلمانوں، الم چشیدہ ماؤں، ماتھے پر یتیمی کا داغ سجانے والے بچوں، فراعنۂ وقت اور نمرودانِ عصر کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے مجاہدوں، شہروں اور جنگل میں روپوش ہونے والے مومنوں کو ہم مبارکباد ہی پیش کریں گے۔ ہم انہیں مایوسی کی سیاہ چادر نہیں، امید کا روشن چراغ پیش کریں گے۔ ہم انہیں حالات سے فرار ہونے کا نہیں ان کا مقابلہ کرنے کی تلقین کریں گے۔ ہم نئے چاند کے طلوع پر وہی کہیں گے جو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

(ترجمہ: اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ یہ رُشد خیر کا چاند ہوگا۔)

مسلمان کے لئے ہر مہینہ، ہر سال، ہر ہفتہ اور ہر دن خیر و برکت اور رُشد و رحمت کا پیغام لے کر آتا ہے۔ نہ کوئی مہینہ اور نہ دن منحوس ہے نہ ہی رنج والم کے اظہار کے لئے مخصوص۔

بے شک ہماری فضائیں بارود کی بُو سے اٹی پڑی ہیں ہمارے جسم داغ داغ اور دل لخت لخت ہیں لیکن پھر بھی ہم نہ ماتم اور سینہ کوبی کریں گے اور نہ ہی نالہ و شیون سے اپنی مجلسوں کو آباد کریں گے۔ اگر ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو "امت مسلمہ" کی گمشدگی پر ماتم کرتے۔ جماعتیں بھی ہیں، جھنڈے بھی ہیں نعرے بھی ہیں۔ لیکن امت نہیں، وحدت نہیں، اجتماعیت نہیں، ایک کا درد سب کا درد نہیں، ایک کا دکھ سب کا دکھ نہیں ...... ایک ایک کو پکڑ کر پیٹا جارہا ہے۔ کوسوو، بوسنیا، فلسطین، افغانستان، عراق، چیچنیا، کشمیر میں باری باری ہر ایک پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں۔ خون ہے کہ بہتا ہی جارہا ہے اور اس خون کا ہر قطرہ امت کو پکار رہا ہے مگر امت کا کہیں اتہ پتہ ہی نہیں ہے۔

اگر ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم مسجد اقصیٰ کا ماتم کرتے۔ وہ مسلمانوں کا قبلہ اول رسالت مآب ﷺ کے سفر معراج کی پہلی منزل، ان گنت انبیاء، صحابہؓ اور اولیاء کی سجدہ گاہ...... اب سالہا سال سے پنجہ یہود میں ہے۔ اسے تو مسلمان ناپاک ہاتھوں سے کیا چھڑاتے اب تو خاکم بدہن حرمین کا تقدس بھی خطرے میں ہے۔ پورے جزیرۃ العرب کو کفار کی افواج نے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اور ہر قابل ذکر اسلامی ملک میں یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے فوجی اڈے قائم کر رکھے ہیں۔ اسلامی سمندروں پر کفار کی حکمرانی ہے مقامات مقدسہ کے اردگرد ہزاروں غیر مسلم فوجی غلیظ عزائم لیئے مشقیں کر رہے ہیں۔ مگر صلاح الدین ایوبی کا روحانی فرزند کوئی ایک بھی دکھائی نہیں دیتا جو زندہ دل مسلمان مجاہدین کی قیادت کرے مقامات مقدسہ کو واگزار کرائے۔ اگر ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم اس امارت اسلامیہ کے سقوط پر ضرور ماتم کرتے جہاں مکمل طور پر قرآن و حدیث سپریم قانون تھا۔ ہاں سیاست سے تجارت تک، معاشرت سے معاشیات تک، عدلیہ سے انتظامیہ تک اور قصر حکومت سے کاشانہ فقیہ تک ہر جگہ اور ہر شعبہ میں اسلامی تعلیمات پر عمل ہو رہا تھا۔ غلاظت اور بے حیائی کا ہر دروازہ ہر کھڑکی بند کردی گئی تھی۔ وزراء راتوں کو جاگتے تھے جو عوام کو میسر آتا تھا وہی پہنتے تھے جو ایک غریب آدمی پہنتا تھا۔ نہ ان کے محلات تھے، نہ ان کے پہرے دار، جنہوں نے کافروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"طالبان کبھی کسی مرحلے پر بھی کفر کی خدائی کا دعویٰ کرنے والی کسی بھی قوت کے آگے نہیں جھکیں گے۔ عزیمت و وقار کے ساتھ شہادت کا اعزاز حاصل کرنا اس زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس کا مقصد کافروں کی غلامی، ان کی کاسہ لیسی اور ضمیر فروشی ہو"

اگر ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم دشت لیلیٰ کے ان آٹھ ہزار بے بس مگر پاکباز شہداء کا ماتم کرتے جن کے سینوں میں جہادی جذبات تھے۔ لیکن ان شہداء نے تو ہمیں یہ پیغام دیا ہے۔ اے ہمارے مسلمان بھائیو! ہم نے اپنا فرض پورا کردیا ہے۔ تم اپنا فرض بھلا نہ دینا۔ اپنا مال جان سب اللہ کے دین کے لئے وقف کردو۔ اگر تم ایسا کروگے تو یہ سال تمہارا ہوگا۔ اسلام کے غلبے کا اور کفر کی شکست کا ہوگا۔ امریکا اور اسکے حواریوں کے ٹوٹنے اور ناک رگڑنے کا سال ہوگا" ان شاء اللہ"

کالم نویس حضرات سے......

کالم نویس حضرات سے گزارش ہے کہ

☆ ...... اپنی نگارشات ماہ کے پہلے عشرے میں بھیج[نے] کی کوشش کیجئے۔

☆ ...... مضامین خوش خط اور صاف لکھئے۔

☆ ...... غیر ضروری طوالت سے گریز کیجئے۔

☆ ...... مضمون لکھتے وقت اس کے ساتھ حوالہ جا[ت] بھی لکھئے۔

☆ ...... مضمون کاغذ کے ایک جانب سطر چھوڑ کر لکھئے

☆ ...... مضمون فوٹو کاپی بھیجنے سے گریز کیجئے۔

ایڈیٹر

عمرؓ کی عظمت کو ترازو میں نہ تولو — عمرؓ تو ہر دور میں انمول رہے گا

خلیفہ ثانی
امیر المؤمنین
فاتح عرب و عجم

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حالات...... کارنامے..... فتوحات

تحریر: حافظ محمد اقبال سحر

"عمرؓ! یاد ہے......؟ تو اونٹ چراتا تھا...... عمرؓ! یاد ہے؟...... تجھے باپ رسوں سے مارتا تھا...... عمرؓ! یاد ہے!...... تو اونٹوں کو تیل ملتا تھا...... درخت کے نیچے پتھر تیرا تکیہ ہوتا تھا...... لمبا کرتا پہنے ہوئے پھرتا تھا...... عمرؓ! یاد ہے؟...... تجھے لوگ عمیر کہتے تھے...... تو اونٹوں والوں سے پانی مانگتا تھا...... وہ تجھے پانی نہیں دیتے تھے...... وہ کہتے تھے تو کون ہے؟...... عمرؓ!...... آج تجھے دنیا امیر المومنین کہتی ہے...... فاروق کہتی ہے...... 22 لاکھ مربع میل میں تیرا سکہ چلتا ہے...... مہر چلتی ہے...... تیرے دُرّے سے قیصر و کسریٰ کانپتے ہیں...... عمرؓ! یہ تیرا کمال نہیں...... نگاہ نبوت کا کمال ہے......"

یہ الفاظ خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر اس وقت کہے جب آپؓ اپنے زمانہ خلافت میں، اس میدان سے گزرے، جہاں آپؓ اپنے والد کے اونٹ چرایا کرتے تھے۔

قارئین محترم! کیا آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پوری اولاد میں کبھی کسی کو دیکھا...... کہ وہ پانیوں کو مخاطب کرے...... دریاؤں کو خط لکھے...... ہواؤں کو حکم دے...... ہواؤں سے کلام کرے...... دریاؤں سے باتیں کرے...... دریائے نیل کو خط لکھا تو چلنا شروع کر دیا...... (تاریخ کہتی ہے کہ آج تک اس دریا سے پانی خشک نہیں ہوا) ہوا کو یا ساریۃ الجبل کہا...... تو آواز تین سو میل تک پہنچی...... زمین پر درا مارا...... تو زلزلہ رک گیا...... یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کام ہے۔ جس سے باطل کانپتا تھا۔ جس کی شان و شوکت اور فتوحات اسلامی سے باطل قوتیں پریشان تھیں۔ جن کے آگے ہر مظلوم قوی اور ہر ظالم کمزور تھا۔ 22 لاکھ مربع میل کی اسلامی سلطنت کے حاکم کی عاجزی، انکساری اور سادگی یہ تھی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کرتے پر سترہ پیوند (ٹاکیاں) شمار کیے۔ ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک 4 پیوند چمڑے کے لگے ہوئے تھے۔ علامہ شبلی نعمانی کہتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا حکمران دکھا سکتے ہو...... جس کی معاشرت یہ ہو کہ قمیص پر دس دس پیوند لگے ہوں...... کاندھے پر مشک رکھ کر غریب عورتوں کے ہاں پانی بھر آتا ہو...... فرش خاک پر پڑا رہتا ہو...... جہاں جاتا ہو تنہا جاتا ہو...... اور پھر یہ رعب و دبدبہ...... کہ عرب و عجم اس کے نام سے لرزتے ہوں...... جس طرف رخ کرتا ہو زمین دہل جاتی ہو...... یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کام تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مراد پیغمبر، امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون...... فان یک احد فی امتی فانہ عمرؓ" یعنی "تم سے پہلی امتوں میں بھی پیغمبروں کے علاوہ محدث گزرے ہیں...... میری امت میں اگر کوئی ایک اس مقام پر ہے تو وہ عمرؓ ہے"۔ (شارحین "محدثون" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ان رجالا یکلمون من غیر ان یکون انبیاء" یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن سے خدا کلام کرتا ہے...... بغیر اس کے کہ وہ پیغمبر ہوں)

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا" ایک اور موقع پر فرمایا "بیشک اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے"۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا "ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرائیل و میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں"۔

ابتدائی حالات

عمر رضی اللہ عنہ نام، فاروق لقب اور ابو حفص کنیت تھی۔ آپؓ کے والد کا نام خطاب تھا۔ حضرت عمرؓ ایک سردار گھرانے کے فرد تھے جو طاقت میں بلاشبہ ایک باوقار حیثیت رکھتا تھا۔ آپؓ کی والدہ ختمہ، ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی تھیں، ان کا خاندان بھی نہایت معزز تھا۔ مغیرہ اس درجہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کسی قبیلہ سے نبرد آزمائی کیلئے جاتے تھے تو فوج کا اہتمام ان ہی کے متعلق ہوتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یوں ہے عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراع بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک۔ فہر بن مالک بڑے صاحب اقتدار تھے۔ ان ہی کی اولاد ہے جو قریش کے لقب سے مشہور ہے۔ قریش کی نسل میں دس آدمیوں کے نام پر جدا جدا نامور قبیلے بن گئے، جن کے نام بالترتیب ہاشم، امیہ، نوفل، عبدالدار، اسد، تیم، مخزوم، عدی، جمح اور سہم ہیں۔ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ عدی کی اولاد سے ہیں۔ عدی کے دوسرے بھائی کا نام مرہ ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت عمر بن خطابؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشہور روایات کے مطابق ہجرت نبوی سے چالیس برس قبل مطابق 584ء میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کی پیدائش پر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا گیا۔

آپؓ کے عہد شباب کا آغاز ہوا تو ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہو گئے جو شرفائے عرب میں عموماً رائج تھے جیسے نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی۔ ہیکل کے

مطابق آپؓ نے عکاظ میں چوٹی کے پہلوانوں کو پچھاڑنے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپؓ نے خطابت میں مہارت پیدا کی، آپ کو شہسواری میں کمال حاصل تھا۔

اسی زمانہ میں آپؓ نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ قریش میں صرف سترہ (17) آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ ان میں ممتاز تھے۔ آپؓ عبرانی بھی جانتے تھے۔

تعلیم اور مختلف فنون سے فراغت کے بعد آپؓ نے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ قریش نے اوصاف حمیدہ کے بناء پر آپؓ کو سفارت کے منصب پر مامور کر دیا تھا۔ قبائل میں جب کوئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی تھی تو آپؓ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے غیر معمولی فہم و تدبر اور تجربہ سے اس عقدہ کو حل کرتے تھے۔

قبول اسلام

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے "اے اللہ! عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب سے اسلام کو عزت و طاقت عطا فرما"۔ آپ ﷺ کی دعائے مستجاب اثر لائی اور حضرت عمر بن خطابؓ اسلام کے سب سے بڑے جان نثار بن گئے۔ اسی لئے آپؓ کو مراد پیغمبر ﷺ کہا جاتا ہے۔

آپؓ کے اسلام لانے کا ایک مشہور واقعہ ارباب سیر لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ (معاذ اللہ) ایک دن نبی کریم ﷺ کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے..... راستے میں نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی..... نعیم بن عبداللہؓ کہنے لگے..... پہلے گھر کی تو خبر لو..... تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں..... واپس بہن کے گھر لوٹے ..... وہ قرآن کریم پڑھ رہی تھی ..... آہٹ پا کر بہن نے قرآن کے اجزاء چھپا لئے ..... اصرار کرنے پر قرآن کے اجزاء لائے گئے ..... قرآنی آیات نے دل پر اثر کیا ..... اور دار ارقم پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ..... اسلام قبول کر لیا۔

لیکن ایک روایت مسند ابن حنبل میں خود حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ "حضرت عمرؓ فرماتے ہیں..... ایک شب میں حضور اکرم ﷺ کو چھیڑنے نکلا..... آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور نماز شروع کر دی..... آپ ﷺ نے سورۃ الحاقہ تلاوت فرمائی..... میں کھڑا سنتا رہا..... قرآن کے نظم و اسلوب سے حیرت میں تھا..... دل میں سوچا کہ جیسے قریش کہتے ہیں..... خدا کی قسم! یہ شاعر ہے..... ابھی یہ خیال آیا ہی تھا..... کہ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی..... **انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون (الحاقہ)** یعنی یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت کم ایمان رکھتے ہو۔

میں نے کہا یہ تو کاہن ہے..... میرے دل کی بات جان گیا ہے..... آپ ﷺ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی..... **ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون تنزیل من رب العلمین (الحاقہ)**

یعنی یہ کاہن کا کلام بھی نہیں، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ تو جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سورت آخر تک تلاوت فرمائی ..... اور اس کو سن کر اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔"

عام مؤرخین اور ارباب سیر کہتے ہیں کہ آپ (حضرت عمرؓ) چالیسویں مسلمان تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب عمرؓ مسلمان ہوئے تو جبریلؑ میرے پاس آئے، اور انہوں نے بتایا کہ عمرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے آسمان پر بھی خوشیاں منائی جا رہی ہیں" (ابن سعد)

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو اسلام کو غلبہ نصیب ہوا..... اسلام کی تبلیغ اعلانیہ شروع ہوئی ..... ہم حلقے باندھ کر کعبہ کے اردگرد بیٹھنے لگے ..... بیت اللہ کا طواف کرنے لگے ..... اب جو ہم پر زیادتی کرتا ..... اس سے ہم بدلہ لینے کے قابل ہو گئے"۔

حضور ﷺ نے فرمایا "جب عمرؓ مسلمان ہوئے تو جبریلؑ میرے پاس آئے، اور انہوں نے بتایا کہ عمرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے آسمان پر بھی خوشیاں منائی جا رہی ہیں"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "عمرؓ کا داخل اسلام ہونا ہماری فتح تھی..... ان کی ہجرت ہماری نصرت تھی..... اور ان کی خلافت ہمارے لئے باعث رحمت تھی..... ہم میں سے کوئی بھی خانہ کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا تھا..... حتیٰ کہ عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے..... جب وہ مسلمان ہو گئے تو کافروں سے لڑے..... حتیٰ کہ کفار نے ہم سے درگزر کی..... اور ہم نے خانہ کعبہ میں نماز ادا کی۔"

ہجرت

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے چھ سات سال کے بعد 13 نبوی میں ہجرت ہوئی۔ جب مسلمانوں کو مدینہ کی جانب اجازت ملی تو حضرت عمرؓ بھی بارگاہ نبوت سے اجازت لے کر چند آدمیوں کے ہمراہ اس شان و شوکت سے روانہ ہوئے کہ پہلے مسلح ہو کر مشرکین کے مجمعوں سے گزر کر خانہ کعبہ پہنچے، طواف کیا، نماز ادا کی اور مشرکین سے مخاطب ہو کر فرمایا "جس کو مقابلہ کرنا ہو وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرے"۔ لیکن کسی میں یہ ہمت نہ ہوئی۔

حضرت عمرؓ مدینہ پہنچ کر قبا (عوالی) میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے آنحضرتؐ جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے مہاجرین و انصار میں برادری قائم کر دی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے برادر اسلامی حضرت عتبہ بن مالک قرار پائے جو کہ قبیلہ بنی سالم کے معزز رئیس تھے۔

مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ نماز کے اعلان کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ ایک آدمی اذان دیا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے پسند آئی اور اس پر عمل کیا گیا۔ گویا اسلام کا ایک شعار اعظم حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق قائم ہو گیا۔

غزوات میں شرکت

غزوہ بدر:۔

غزوہ بدر، مدینہ میں یہ سب سے پہلا معرکہ تھا۔ حضرت عمرؓ اس معرکہ میں شریک ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بنے اور اپنے ماموں عاص بن ہشام مغیرہ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ غزوہ بدر میں سب سے پہلا مسلمان جو شہید ہوا وہ آپؓ ہی کا غلام تھا۔ اس معرکہ میں کم و بیش دشمنوں کے 70 آدمی مارے گئے اور اتنی تعداد میں ہی گرفتار ہوئے۔ قیدیوں کی بابت جب رائے لی گئی تو آپؓ نے یہ رائے دی کہ سب کو قتل کر دیا جائے اور ہر شخص اپنے عزیز کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کرے۔

غزوہ اُحد:۔

غزوہ بدر کے بعد مدینہ کے یہودیوں سے لڑائی

ہوئی، انہیں جلا وطن کیا گیا۔ اس کے علاوہ غزوہ سویق اور چھوٹے چھوٹے معرکے پیش آئے۔ حضرت عمر فاروقؓ ان تمام معرکوں میں برسرپیکار رہے۔ شوال 3 ہجری میں احد کا معرکہ پیش آیا۔ آپ اس غزوہ میں بھی شریک رہے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں نے دشمنوں کی صفیں تہس نہس کر دیں۔ کفار شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی کمان میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے عقب میں متعین فرمایا تھا کہ کفار ادھر سے حملہ نہ کرنے پائیں۔ جب کفار بھاگ نکلے تو تیر اندازوں نے سمجھا کہ اب معرکہ ختم ہو چکا ہے۔ ان تیر اندازوں کے ہٹتے ہی دشمن نے موقع پا کر مسلمانوں پر اس قدر اچانک حملہ کیا کہ مسلمان فوج سنبھل نہ پائی۔ اس معرکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور پیشانی پر زخم آیا۔ جنگ کا زور کسی قدر کم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے 30 فدائیوں کے ہمراہ ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے۔

اسی اثناء میں آپؐ نے دیکھا کہ دشمن فوج کا ایک دستہ اس طرف بڑھ رہا ہے۔ تو فرمایا یہ لوگ یہاں نہ آنے پائیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر دشمن کے اس دستے پر حملہ کر دیا اور انہیں وہاں سے بھگا دیا۔

ابو سفیان سالار قریش (اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے پہاڑی کے قریب پہنچ کر کہا "اس گروہ میں محمدؐ ہیں؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے۔ ابو سفیان نے جواب نہ پا کر کہا "ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں؟" کسی نے جواب نہ دیا تو کہنے لگا ضرور یہ لوگ مارے گئے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، پکار کر فرمایا "اے دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں" یہ سن کر ابو سفیان نے کہا "اعلیٰ ھبل" یعنی اے ہبل بلند ہو (ہبل ایک بت کا نام تھا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ! یوں جواب دو "اللہ اعلیٰ و اجل" یعنی اللہ ہی بلند و برتر ہے۔

غزوہ احد کے بعد:۔

غزوہ احد کے بعد 3 ہجری میں آپؐ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہراتؓ میں شامل ہوئیں۔ 4 ہجری میں بنو نضیر کو ان کی بد عہدی کی وجہ سے جلا وطن کیا گیا۔ اس واقعہ میں بھی حضرت عمر فاروقؓ شریک تھے۔

غزوہ خندق:۔

5 ہجری میں غزوہ خندق پیش آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر نکل کر خندق تیار کروائی۔ کفار نے دس ہزار کی تعداد میں اس خندق کا محاصرہ کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے اِدھر اُدھر اکابر صحابہؓ کو متعین فرما دیا تاکہ دشمن ادھر سے نہ آنے پائیں۔ خندق کے ایک حصہ پر حضرت عمرؓ متعین تھے (اس مقام پر آج بھی ان کے نام کی ایک مسجد موجود ہے)۔

ایک دن کافروں سے مقابلہ میں اس قدر معروف رہنا پڑا کہ عصر کی نماز قضا ہوتے ہوتے رہ گئی۔ آپؓ آبدیدہ ہو کر حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے آج کافروں نے نماز پڑھنے کا موقع تک نہیں دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز ادا نہیں کی۔ یہ معرکہ ایک ماہ تک جاری رہا اور بالآخر کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

غزوہ خیبر:۔

7 ہجری میں غزوہ خیبر پیش آیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد آپؓ اسلامی فوج کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کی تو "ثمغ" نامی زمین کا ایک ٹکڑا آپؓ کے حصے میں آیا۔ آپؓ نے وہ قطعہ زمین اللہ کی راہ میں وقف کر دیا اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا۔

فتح مکہ:۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر ایک معاہدہ قرار پایا تھا جسے "صلح حدیبیہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ غزوہ خیبر کے بعد قریش نے یہ معاہدہ توڑ دیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 10 ہزار مجاہدین اسلام کے ہمراہ رمضان 8 ہجری میں مکہ کا قصد فرمایا، قریش میں مقابلہ کی سکت نہ تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاہ و جلال کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ اور کعبے کے دروازے پر کھڑے ہو کر نہایت شاندار فصیح و بلیغ تقریر فرمائی۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ کو ساتھ لے کر مقام صفا پر لوگوں سے بیعت کے لئے تشریف لائے لوگ جوق در جوق آتے رہے اور بیعت کرتے رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب لیکن کسی قدر نیچے بیٹھے تھے۔ جب عورتوں کی باری آئی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو اشارہ فرمایا کہ ان سے بیعت لو۔ چنانچہ تمام عورتوں نے ان کے ہاتھ پر آنحضرتؐ سے بیعت کی۔

بنو ہوازن سے مقابلہ:۔

فتح مکہ کے بعد اسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو 30 آدمیوں کے ساتھ بنو ہوازن سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، مگر وہ لوگ آپؓ کی خبر سنتے ہی بھاگ نکلے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

غزوہ حنین و تبوک:۔

غزوہ حنین میں بھی آپؓ نے شاندار جوہر دکھائے۔ 9 ہجری میں تبوک کی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے اپنے تمام مال و اسباب میں سے نصف اللہ کی راہ میں دے دیا۔ 10 ہجری حجۃ الوداع میں بھی آپؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت

12 ربیع الاول 11 ہجری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، حضرت عمر فاروقؓ کے لئے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ بے خود ہو کر فرمانے لگے "جو شخص یہ کہے گا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے، میں اس کا سر اڑا دوں گا۔"

سقیفہ بنی ساعدہ میں فتنہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ مل کر اس فتنہ پر قابو پایا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد دیگر لوگوں نے بھی بیعت کی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عہد خلافت سوا دو برس پر محیط ہے۔ ان کے عہد میں بڑے بڑے کام سرانجام دیئے گئے۔ ان سب میں حضرت عمرؓ شریک رہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی خلافت کے آخری دنوں میں صحابہ کرامؓ کو بلا کر جانشینی کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کا نام پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہنے لگے "عمرؓ کے اہل ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے، لیکن وہ کسی قدر تشدد ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "میرے خیال میں عمرؓ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے" دیگر صحابہؓ نے بھی اپنی آراء دیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس موقع پر فرمایا "جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا۔ تو ان کو خود نرم ہونا پڑے گا۔" نیز فرمایا جب خدا مجھ سے پوچھے گا تو میں

کہوں گا "اے خدا! میں نے تیرے بندوں میں سے اس کو منتخب کیا ہے، جوان میں سب سے اچھا ہے۔"

نظام خلافت

خلافت کا سلسلہ خلیفہ رسول سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد مبارک سے شروع ہوا، آپؓ نے مختصر وقت میں بڑے بڑے کام سرانجام دیئے۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے باقاعدہ حکومت وسلطنت کا نظام قائم کیا۔ نظام حکومت کے جس قدر ضروری شعبے ہیں، سب حضرت عمرؓ کے زمانہ مبارک میں وجود پذیر ہوئے۔ تمام ملکی وقومی امور مجلس شوریٰ کے ذریعے طے ہوتے مجلس شوریٰ میں مہاجرینؓ و انصارؓ کے منتخب اور اکابر اہل الرائے شریک ہوتے۔

مجلس شوریٰ کے ممتاز اور مشہور ارکان میں حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ شامل ہیں۔ مجلس شوریٰ کا اجلاس مسجد میں طلب کیا جاتا..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دو رکعت نماز پڑھتے ..... اور بحث طلب مسئلہ کے متعلق اظہار خیال فرماتے..... اور پھر ہر ایک سے رائے لی جاتی۔

عہد فاروقی کا نمایاں وصف عدل و انصاف کی فراہمی تھی، جس کے بناء پر نظام خلافت اس حد درجہ کامیاب ہوا کہ مسلمانوں کو جوش، استقلال اور عزم و ثبات کا مجسم پتلا بنا دیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ملک کو صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا گیا۔ تمام مفتوحہ علاقے آٹھ مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیئے گئے ان میں مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر اور فلسطین شامل ہیں خراسان، آذربائیجان اور فارس یہ تینوں صوبے ان کے علاوہ تھے۔

عہد خلافت میں فتوحات

امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کی عدیم النظیر حکمتِ عملی اور فوجی مہارت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپؓ کے عہد خلافت میں اسلامی فوجیں روزانہ تین سو اکیاون مربع میل رقبہ اسلامی حکومت میں شامل کرتی تھیں۔ آپؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کو بے مثال فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ آیئے فتوحات فاروقی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اپنے حوصلوں کو جلا بخشیں۔

فتوحات عراق:۔

حضرت عمر فاروقؓ مسند نشین خلافت ہوئے تو سب سے پہلے مہم عراق کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ آپؓ نے مدینہ اور اس کے مضافات سے ایک ہزار اور دوسری روایت کے مطابق پانچ ہزار آدمیوں کا انتخاب کیا اور ابو عبید ثقفیؓ کو سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کر دیا۔

پوران دخت نے جو کہ صغیر السن یزدگرد شاہ کی متولیہ تھی۔ فرخ زاد گورنر خراسان کے بیٹے رستم کو طلب کیا اور وزیر جنگ بنایا..... پوران دخت نے رستم کی اعانت کیلئے فوج کا ایک دستہ تیار کیا..... نرسی اور جابان سپہ سالار مقرر ہوئے..... حضرت ابو عبید ثقفیؓ کے پہنچنے سے قبل ہی، نرسی اور جابان روانہ ہو چکے تھے..... جابان کی فوج نمارق پہنچ کر ابو عبیدؓ کی فوج سے برسر پیکار ہوئی..... اور بُری طرح شکست کھا کر بھاگی..... ایرانی فوج کے مشہور افسر جوشن شاہ اور مردان شاہ مارے گئے..... جابان گرفتار ہوا..... جس شخص کے ہاتھوں وہ گرفتار ہوا، وہ اسے جانتا نہ تھا..... جابان نے کہا میں بڑھاپے میں تمہارے کس کام کا؟ معاوضے میں دو غلام لے لو اور چھوڑ دو..... اس نے منظور کر لیا..... بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جابان تھا..... کہا گیا کہ دشمن کو چھوڑنا نہیں چاہیے..... لیکن حضرت ابو عبیدؓ نے فرمایا "اسلام میں بد عہدی جائز نہیں" حضرت عبیدؓ نے جابان کو شکست دینے کے بعد..... سقاطیہ میں نرسی کی فوج کو شکست فاش دی۔ جس سے قرب وجوار کے تمام رؤسا خود بخود مطیع ہو گئے.....

پوران دخت نے 12 ہزار آدمی مہران بن مہرویہ کے مجاہدین کے ساتھ مقابلہ کیلئے روانہ کیے۔ حیرہ کے قریب دونوں حریف صف آراء ہوئے..... شدید معرکہ ہوا..... مہران بن تغلب کے ایک نوجوان کے ہاتھوں مارا گیا..... مثنیٰ نے پل کا راستہ روک کر اتنے آدمیوں کو تہ تیغ کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے..... اس فتح کے بعد مسلمان عراق کے تمام علاقوں میں پھیل گئے..... سورا، کسکر، صرات، فلالیج پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔

پایہ تخت ایران میں یہ خبریں پہنچیں تو ایرانی قوم تلملا اٹھی..... حکومت کا نظام بالکل بدل دیا گیا..... پوران دخت معزول کی گئی..... یزدگرد جو سولہ سالہ نوجوان اور خاندان کیانی کا تنہا وارث تھا..... تخت پر بٹھا دیا گیا..... تمام قلعے اور فوجی چھاؤنیاں مستحکم کی گئیں۔ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں بغاوت پھیلانے کے منصوبے بنائے گئے..... نتیجتاً تمام مفتوحہ علاقے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے..... مثنیٰ عرب سرحد میں لوٹ آیا اور ربیعہ اور دیگر قبائل جو عراق میں پھیلے ہوئے تھے..... ایک مقررتاریخ تک اسلامی پرچم تلے جمع ہونے کے لئے طلب کیا..... اور دربار خلافت کو اہل فارس کی تیاریوں سے آگاہ کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایرانیوں کی تیاری کا سن کر..... حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بیس ہزار مجاہدین کے ساتھ مہم عراق کی تکمیل پر مامور کیا..... اس فوج میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ شامل تھے..... ستر وہ صحابی تھے جو نبیﷺ کے ہمراہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے..... تین سو وہ تھے جنہیں بیعت الرضوان کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ اسی قدر وہ اکابر صحابہؓ تھے جو فتح مکہ میں موجود تھے۔ اور سات سو ایسے تھے جو خود صحابی نہ تھے لیکن ان کی اولاد ہونے کا فخر ضرور حاصل تھا۔

حضرت سعد ابی وقاصؓ نے شراف پہنچ کر پڑاؤ کیا..... مثنیٰ آٹھ ہزار آدمیوں کے ہمراہ مقام ذیقار میں اس عظیم الشان کمک کا انتظار کر رہے تھے..... کہ اسی اثناء میں ان کا انتقال ہو گیا..... اس لئے ان کے بھائی مثنیٰ "اشراف" آ کر سعد بن ابی وقاصؓ سے ملے.....

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ عراق کے نواح سے اچھی طرح واقف تھے..... آپؓ نے خاص طور پر یہ ہدایت دی تھی..... کہ جہاں فوج پڑاؤ کرے..... وہاں کے مفصل حالات لکھ کر بھیجے جائیں..... چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس مقام کا نقشہ، لشکر کا پھیلاؤ، فرودگاہ کی حالت سے امیر المومنین کو آگاہ کیا..... اس کے جواب میں دربار خلافت سے ایک مفصل بیان آیا..... جس میں فوج کی نقل وحرکت حملہ کا بندوبست، لشکر کی ترتیب، فوج کی تقسیم کے متعلق ہدایات درج تھیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی تھا کہ "شراف" سے بڑھ کر "قادسیہ" کو میدان کارزار قرار دیں اور اس طرح مورچے بنائے جائیں کہ فارس کی زمین سامنے ہو اور عرب کا پہاڑ حفاظت کا کام دے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق شراف سے بڑھ کر قادسیہ میں مورچہ زن ہوئے..... نعمانؓ بن مقرن کو چودہ افراد کے ہمراہ سفیر بنا

کر دربار ایران میں بھیجا...... شاہ ایران اور اس کے رفقاء کو اسلام کی دعوت دی...... لیکن دولت وحکومت کے نشہ میں مخمور یہ لوگ اسلام کو کب خاطر میں لاتے...... چنانچہ سفراء واپس لوٹ آئے۔ اس کے بعد کئی ماہ تک دونوں طرف سے سکوت رہا...... رستم ساٹھ ہزار فوج کے ہمراہ ساباط میں تھا...... یزدگرد کی تاکید کے باوجود لڑنے سے کتراتا رہا تھا...... بالآخر مجبور ہو کر رستم کو مقابلہ کے لئے آگے بڑھنا پڑا...... ایرانی فوجیں ساباط سے نکل کر قادسیہ کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں...... کئی دنوں تک سفارت کا سلسلہ چلتا رہا...... مسلمانوں کی طرف سے یہ آخری اور قطعی جواب ہوتا "اگر اسلام یا جزیہ منظور نہیں ہے...... تو تلوار سے فیصلہ ہوگا"۔

قادسیہ کا فیصلہ کن معرکہ:۔

تمام مصالحتی تدبیروں سے مایوس ہو کر...... رستم نے لڑنے کا فیصلہ کیا...... رات بھر جنگی تیاریوں میں معروف رہا...... صبح کے وقت قادسیہ کا میدان عجمی سپاہیوں سے بھر چکا تھا...... دوسری طرف مجاہدین اسلام کا لشکر جرار صف بستہ کھڑا تھا...... فضا "اللہ اکبر" کے نعروں سے گونج اٹھی...... دن بھر ہنگامہ محشر برپا رہا...... شام کو تاریکی چھا جانے کے بعد دونوں حریف اپنے اپنے خیموں میں لوٹ آئے...... قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا عربی میں اسے "یوم الارماث" کہتے ہیں۔

قادسیہ کا دوسرا معرکہ "اغواث" کے نام سے مشہور ہے، جس میں "مہم شام" کی چھ ہزار فوج عین جنگ کے وقت پہنچی...... اس دن شام تک دو ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا...... اور دس ہزار ایرانی مقتول و مجروح ہوئے...... لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

تیسرا معرکہ "یوم العماس" کے نام سے مشہور ہوا...... مسلمانوں نے سب سے پہلے ہاتھیوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی...... کیونکہ ان کی وجہ سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا تھا...... اگرچہ قعقاعؓ نے اونٹوں پر کالی چادریں ڈال کر ہاتھی کا جواب ایجاد کر لیا تھا...... حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ضخم وسلم نو مسلم پارسی مسلمانوں سے ہاتھیوں کے متعلق مشورہ طلب کیا...... انہوں نے مشورہ دیا کہ ان کی آنکھیں اور سونڈ بیکار کر دیئے جائیں...... چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور قعقاع، جمال اور ربیع کو اس کام پر مامور کیا گیا...... دن بھر میدان کار زار گرم رہا...... رات کو بھی یہ سلسلہ بند نہ ہوا...... نعروں کی گرج سے زمین دہل اٹھتی تھی اسی لئے اس رات کو "لیلۃ الہریر" کہا جاتا ہے......

رستم بڑی بہادری سے مقابلہ کرتا رہا...... بالآخر زخموں سے چور ہو کر بھاگ نکلا...... اور نہر میں کود گیا تاکہ دوسری طرف نکل جائے...... لیکن بلال نامی مسلمان سپاہی نے تعاقب کیا...... ٹانگوں سے پکڑ کر نہر سے باہر کھینچ لایا اور تلوار سے کام تمام کر دیا...... رستم کی زندگی کے ساتھ ہی...... سلطنت ایران کی قسمت کا بھی فیصلہ ہو گیا...... ایرانی سپاہیوں کے پاؤں اکھڑ گئے...... مسلمانوں نے دور تک ان کا تعاقب کر کے...... ہزاروں لاشیں میدان میں گرا دیں......

قادسیہ کے ان معرکوں نے خاندان کسریٰ کی قسمت کا آخری فیصلہ کر دیا...... اور اسلامی پرچم...... نہایت شان و شوکت کے ساتھ ایران کی سرزمین پر لہرانے لگا...... مسلمانوں نے قادسیہ سے آگے بڑھ کر...... بابل، کوثیٰ، بہرہ شیر اور خود نوشیروانی دارالحکومت مدائن پر قبضہ کر لیا...... ازاں بعد جلولاء حلوان بھی مسلمانوں کے زیرنگیں آ گئے...... یہ عراق کی آخری فتح تھی...... کیونکہ یہاں اس کی حد ختم ہو جاتی ہے۔

نہاوند کا معرکہ:۔

ایرانیوں کو عراق سے نکل جانے کے بعد چین نہ آیا...... یزدگرد نے معرکہ جلولاء کے بعد مرو کو مرکز بنایا...... یزدگرد کے حکم پر ڈیڑھ لاکھ آدمی "قم" میں مجتمع ہوئے...... حضرت عمر فاروقؓ کو اس کی خبر پہنچی تو...... نعمانؓ بن مقرن کو 30 ہزار جمعیت کے ساتھ، اس ایرانی طوفان کو آگے بڑھنے سے روکنے کا حکم دیا...... نہاوند کے قریب دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا...... اسلامی سپہ سالار نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے...... ان کے بھائی نعیم بن مقرن نے اسلامی پرچم ہاتھ میں لے کر جنگ بدستور جاری رکھی رات ہونے تک ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے...... مسلمانوں نے ہمدان تک تعاقب کیا...... نتائج کے لحاظ سے اس کا نام "فتح الفتوح" رکھا...... ابولولو فیروز جس کے ہاتھوں حضرت عمرؓ کی شہادت مقدر تھی، اسی معرکہ میں گرفتار ہوا۔

معرکہ نہاوند کے بعد سیدنا حضرت عمرؓ نے سوچا...... جب تک تخت کیانی کا وارث ایران کی سرزمین پر موجود ہے، جنگ اور بغاوت کا فتنہ فرو نہ ہوگا...... عام لشکر کشی کے ارادے سے...... 21 ہجری میں تمام غازیان اسلام کو اپنے اپنے متعینہ ممالک کی طرف روانہ کیا...... نہایت جوش و خروش سے حملہ کر کے تمام ممالک کو اسلام کے زیرنگیں کر دیا...... صرف ڈیڑھ دو برس کے عرصہ میں...... کسریٰ کی حکومت نیست و نابود ہو گئی۔

فتوحات شام:۔

عہد صدیقیؓ میں شام کے ممالک میں سے اجنادین، بصریٰ، و دیگر چھوٹے چھوٹے علاقے فتح ہو چکے تھے۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو "دمشق" محاصرہ کی حالت میں تھا...... سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے حسنِ تدبیر سے رجب 14 ہجری میں اس کو مسخر کر لیا۔

رومی "دمشق" کی فتح سے سخت برہم تھے...... انہوں نے اطراف سے افواج جمع کر کے "بیسان" کے مقام پر پڑاؤ ڈالا...... مسلمانوں نے مقابلہ کے لئے "فحل" کے مقام پر پڑاؤ ڈالا...... عیسائیوں کی درخواست پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سفیر بن کر گئے لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی...... 14 ہجری میں فحل کے میدان میں نہایت خونریز معرکہ ہوا اور یہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا...... مسلمان اردن کے تمام شہروں اور علاقوں پر قابض ہو گئے...... دمشق اور اردن کی شاندار فتح کے بعد...... مسلمان افواج نے حمص کا رخ کیا...... رستے میں بعلبک، حمات، شیراز اور معرت النعمان کے علاقے فتح کرتے ہوئے حمص پہنچے...... حمص والوں نے مدافعت کے بعد مصالحت کا راستہ اختیار کیا...... سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عبادہ بن الصامتؓ کو وہاں متعین کر کے لاذقیہ کا رخ کیا...... اور حسین تدبیر سے اس کے مستحکم قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

حمص کی فتح کے بعد اسلامی فوجوں نے ہرقل کے پایہ تخت انطاکیہ کا رخ کیا...... لیکن امیرالمومنین کا حکم پہنچا کہ اس سال آگے نہ بڑھا جائے...... اس لئے فوجیں واپس آ گئیں۔

میدان یرموک:۔

دمشق، حمص اور لاذقیہ کی متواتر فتوحات نے قیصر کو سخت برہم کر دیا...... اس نے اسلامی فوجوں سے لڑنے کا فیصلہ کیا...... اور انطاکیہ میں اپنی فوجیں مجتمع کر لیں...... حضرت ابوعبیدہؓ نے اس طوفان سے نمٹنے کے لئے...... باہم مشورہ سے مفتوحہ علاقوں کو خالی کر کے "دمشق" میں

اپنی فوج مجتمع کر لی...... حضرت عمرؓ کو خبر ملی تو بہت رنجیدہ ہوئے...... جب معلوم ہوا کہ باہم مشورہ سے یہ طے ہوا ہے...... تو تسلی ہوئی اور فرمایا اللہ کی اسی میں مصلحت ہوگی...... حضرت عمرؓ نے سعید بن عامرؓ کو ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدد کے لئے روانہ فرمایا...... قاصد نے حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق وہاں پہنچ کر...... ایک ایک صف میں جا کر یہ پیغام سنایا "اے برادران اسلام! عمرؓ نے بعد سلام کے...... تمہیں یہ پیغام دیا ہے کہ پوری سرگرمی کے ساتھ جنگ کرو...... دشمنوں پر شیروں کی طرح حملہ آور ہو کہ وہ تمہیں چیونٹیوں سے زیادہ حقیر معلوم ہوں...... ہمیں یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہے...... اور آخر فتح تمہارے ہاتھ میں ہے"۔

اردن کی حدود میں یرموک کا میدان ضروریات جنگ کے لحاظ سے بہت اہم تھا...... رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی...... مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد تیس سے بتیس ہزار کے لگ بھگ تھی...... یرموک کا پہلا معرکہ بے نتیجہ رہا...... رجب 15 ہجری میں دوسرا معرکہ پیش آیا...... رومیوں کے جوش کا یہ حال تھا کہ 30 ہزار افراد نے پاؤں میں بیڑیاں پہن رکھی تھیں کہ بھاگنے کا خیال تک نہ آئے...... بڑے خونریز معرکہ کے بعد...... مسلمانوں کی ثابت قدمی کے باعث رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے...... اس معرکہ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے...... جبکہ ایک لاکھ عیسائی ہلاک ہوئے...... قیصر کو خبر ملی تو...... شام کو الوداع کہہ کر قسطنطنیہ کی طرف جا نکلا...... حضرت عمر فاروقؓ نے مژدہ فتح سنا تو اسی وقت اللہ کے حضور سجدہ میں گر گئے...... یرموک کی فتح کے بعد...... اسلامی فوجیں اطراف میں پھیل گئیں...... اور قنسرین، انطاکیہ، مرعش، توزی، تورس، تل عزاز، دلوک، رعبان سمیت تمام علاقے آسانی کے ساتھ فتح کر لئے۔

رجب 15 ہجری میں دوسرا معرکہ پیش آیا...... رومیوں کے جوش کا یہ حال تھا کہ 30 ہزار افراد نے پاؤں میں بیڑیاں پہن رکھی تھیں کہ بھاگنے کا خیال تک نہ آئے...... بڑے خونریز معرکہ کے بعد...... مسلمانوں کی ثابت قدمی کے باعث رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے...... اس معرکہ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے...... جبکہ ایک لاکھ عیسائی ہلاک ہوئے...... قیصر کو خبر ملی تو...... شام کو الوداع کہہ کر قسطنطنیہ کی طرف جا نکلا...... حضرت عمر فاروقؓ نے مژدہ فتح سنا تو اسی وقت اللہ کے حضور سجدہ میں گر گئے

بیت المقدس کی فتح:۔

فلسطین کی مہم پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مامور ہوئے تھے...... انہوں نے نابلس، لد، عمواس، بیت جبرین و دیگر علاقوں پر قبضہ کر کے 16 ہجری میں بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا...... ابو عبیدہؓ بھی اپنی مہم سے فارغ ہو کر ان سے جا ملے...... بیت المقدس کے عیسائیوں نے چند دنوں کی مدافعت کے بعد مصالحت پر آمادگی ظاہر کر دی...... اور خواہش ظاہر کی کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ یہاں آ کر اپنے ہاتھوں سے معاہدہ لکھیں...... حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی۔ آپؓ صحابہؓ کے مشورہ سے روانہ ہوئے...... مقام جابیہ پر افسروں نے آپؓ کا استقبال کیا...... معاہدہ صلح ترتیب دیا گیا...... آپؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے...... ازاں بعد آپ نے تمام ملک کا دورہ کیا...... اور بخیر و خوبی واپس مدینہ تشریف لائے......

دیگر معرکے اور فتوحات:۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد...... کئی اور معرکے پیش آئے...... عیسائیوں نے ہرقل کی اعانت سے دوبارہ حمص پر قبضہ کرنے کی کوشش کی...... لیکن ناکام رہے......

13 ہجری میں عمرو بن العاصؓ نے قیساریہ پر چڑھائی کی...... 18 ہجری تک متواتر حملوں کے باوجود فتح نہ ہو سکا...... 18 ہجری کے اواخر میں حضرت امیر معاویہؓ نے...... قلعہ پر قبضہ کر لیا...... اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا...... جزیرہ پر 16 ہجری میں عبداللہ بن المعتمؓ نے فوج کشی کی ایک ماہ تک محاصرہ جاری رہا...... بالآخر فتح کر لیا گیا...... باقی علاقوں کو عیاض بن غنمؓ نے فتح کیا...... 16 ہجری ہی میں مغیرہ بن شعبہؓ نے خوزستان پر حملہ کیا...... 17 ہجری میں وہ معزول ہوئے تو ان کی جگہ پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مقرر ہوئے...... انہوں نے اہواز، مناذر، سوس، رامہرز کو فتح کرنے کے بعد...... خوزستان کے صدر مقام شوستر کا رخ کیا...... یہ نہایت مستحکم اور قلعہ بند مقام تھا...... مسلمانوں نے ایک شخص کی رہنمائی سے تہ خانے کی راہ سے گھس کر...... یہ قلعہ بھی فتح کر لیا...... یہاں کا سردار ہرمزان، گرفتار ہوا اور مدینہ بھیج دیا گیا اس نے وہاں پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔

فتوحات مصر:۔

حضرت عمر فاروقؓ کی اجازت سے حضرت عمرو بن العاصؓ چار ہزار فوجیوں کے ہمراہ...... مصر پر حملہ آور ہوئے...... اور فرما، بلبیس، ام دنین و دیگر علاقوں کو فتح کرتے ہوئے...... فسطاط کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عمرؓ کو امدادی فوج کے دستے کے لئے خط لکھا۔ آپؓ نے دس ہزار فوجیوں کو روانہ کیا۔ ان کے ہمراہ چار آفیسر حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، مقداد بن عمرؓ اور حضرت سلمہ بن مخلدؓ تھے۔۔۔ رتبہ کے لحاظ سے حضرت زبیرؓ کو افسر بنا دیا گیا...... سات ماہ کے بعد حضرت زبیر بن العوامؓ کے حسن تدبیر سے قلعہ مسخر کر لیا گیا...... وہاں سے فوجیں سکندریہ پہنچیں...... رستے میں عیسائیوں کو شکست دی...... بالآخر سکندریہ بھی فتح کر لیا گیا...... فتح سکندریہ کے بعد تمام مصر پر اسلام کا سکہ بیٹھ گیا...... اور بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

فتوحاتِ فاروقی کی سرحدوں پر ایک نظر

23 ہجری کے اختتام پر فتوحات فاروقیؓ کی حدیں یہ تھیں۔ شمال میں بحر خزر کے مغربی کنارہ کیساتھ ساتھ مقام دربند سے تقریباً سو میل (کوہ قاف) کے آگے تک۔

جنوب میں عدن اور اس کے جنوب میں واقع جزائر تک سرحدیں تھیں۔ مشرق میں پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مکران تک (بقول بلاذری مشرق میں مقام تھانہ تک جو آج کل صوبہ بمبئی میں شمار کیا جاتا ہے)۔

مغرب میں لیبیا کے شہر طرابلس الغرب تک۔

ان حدود کے اندر آج کل یہ سلطنتیں قائم ہیں۔

لیبیا، مصر، فلسطین، اردن، شام، عراق، لبنان، افغانستان، ایران، سعودی عرب، سلطنت عمان، متحدہ عرب امارات، قطر، یمن جنوبی، پاکستانی بلوچستان، روسی آذربائیجان، روسی تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان مشرقی ترکی جنوبی، سوڈان کا شمالی حصہ، کویت، بحرین،

غیر مسلموں کا اعتراف

☆...... مسٹر جیون (متعصب انگریز) ایک جگہ لکھتے ہوئے کہتا ہے "اگر فاروقؓ خلیفہ ثانی دس سال اور خلافت کرتے، تو پوری دنیا میں محمد ﷺ کے اسلام کے سوا کوئی مذہب باقی نہ ہوتا"۔

باقی صفحہ نمبر 13 پر

مختصر سوانح و فضائل

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول

حضرت سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہم

انتخاب: احسان الحق

نواسہ رسول جگر گوشہ رسولؐ

حضرت سیدنا حسین بن علیؓ

حضرت حسینؓ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپؓ سے آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ کی طرح بے انتہا محبت کرتے تھے۔ آپ کبھی ان کو گود میں اٹھاتے، کبھی کندھے پر بٹھاتے، کبھی ہونٹوں پر بوسہ دیتے، رخسار چومتے۔

ولادت:۔

حضرت حسینؓ کی ولادت حضرت حسنؓ سے گیارہ ماہ بعد ۳ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپؓ کی ولادت کی خبر سن کر آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے آئے۔ کان میں اذان دی پھر حضرت فاطمہؓ کو عقیقہ کرنے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنے کی تلقین فرمائی۔

کنیت اور القاب:۔

آپؓ کی کنیت ابو عبداللہ اور القاب میں سید شبیر، شہید، سبط، اصغر مشہور ہیں۔

اولاد:۔

سیدنا حضرت حسینؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں جن سے متعدد اولادیں ہوئیں۔ اولاد نرینہ میں سے صرف ایک علیؓ بن الحسینؓ (جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں) باقی بچے اور انہی سے نسل چلی۔ ایک نوجوان فرزند علی اکبرؓ اور ایک شیر خوار صاحبزادے علی اصغرؓ واقعہ کربلا میں شہید ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک فرزند عبداللہ بن حسینؓ نے بھی کربلا میں شہادت پائی۔ صاحبزادیوں کی تعداد اکثر اہل سیر نے تین بتائی ہے، سکینہؓ، فاطمہؓ، اور زینبؓ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

سید اشباب اہل الجنۃ الحسنؓ و الحسینؓ

ترجمہ: ”جنت والوں کے جوانوں کے سردار حسنؓ اور حسینؓ ہیں“۔ (مشکوۃ)

الحسین منی و انا من الحسین احب اللہ من حب حسینا' حسین سبط من الاسباط۔

ترجمہ: حسینؓ مجھ سے ہے، میں حسینؓ سے ہوں جو حسینؓ سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے۔ حسینؓ میری اولاد کی اولاد ہے۔ (ترمذی)

ریحان الدنیا و الاخرہ الحسنؓ والحسینؓ

ترجمہ: ”دنیا اور آخرت کے پھول حسنؓ اور حسینؓ ہیں“۔ (ریاض النضرہ)

حضرت حسینؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ:۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت حسینؓ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ حضرت حسینؓ بچپن میں جب پہلی مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے لائے گئے تو آپؓ نے فرمایا۔ ابنا لعلی شبھا لنبی ”بیٹا علی کا ہے، مشابہ نبی ﷺ کے ہے“۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب خلیفہ بنے تو حیرہ کی فتح کے بعد جو حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں فتح ہوا تھا، مال غنیمت میں ایک نہایت خوش قیمت چادر حضرت حسینؓ کو ہدیہ میں بھیجی تو آپ نے اسے بخوشی قبول فرمایا۔

(”فتوح البلدان“ ص ۲۵۴ بلاذری)

حضرت حسینؓ اور حضرت عمر فاروقؓ:۔

حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ کے لئے ۵۰، ۵۰ ہزار درہم وظیفہ ان کے باپ اور بدری صحابہ کے برابر مقرر کیا۔

(”شرح معانی الآثار طحاوی“ ج ۲ ص ۸۱)

حضرت عمرؓ نے فتوحات مدائن کے مال غنیمت میں ایک لڑکی شاہ جہان کو جو بعد میں شہر بانو کہلائی حضرت حسینؓ کو عطیہ میں دی اور اسی سے بعد میں حضرت زین العابدین پیدا ہوئے۔

(”شیعہ کتاب ناسخ التواریخ“ جلد ۱۰ ص ۳)

اسلامی فتوحات میں ایک مرتبہ کپڑا آیا اس میں حضرت حسینؓ کے موافق کوئی پوشاک نہ ملی تو آپ نے خصوصی طور پر علاقہ یمن کی طرف آدمی روانہ کیا۔ وہاں سے مناسب لباس آیا تو حضرت حسینؓ نے اسے زیب تن کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی ہے۔

(”کنز العمال“ ۱۰۶ ج ۷)

حضرت حسینؓ اور حضرت عثمان ذو النورینؓ:۔

خاندان بنی ہاشم کے حضرت عثمانؓ کے ساتھ متعدد رشتے ہوئے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت حسینؓ کی صاحبزادی فاطمہؓ کا نکاح سیدنا عثمان بن عفانؓ کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ کے ساتھ ہوا۔

(”طبقات“ ص ۳۴۷ ج ۷)

سیدنا حضرت حسینؓ کی صاحبزادی حضرت سکینہؓ بنت حسینؓ حضرت عثمانؓ کے دوسرے پوتے زید بن عمرو بن عثمانؓ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت حسینؓ کے صفات و کمالات:۔

سیدنا حضرت حسینؓ نے خانوادہ نبوی ﷺ میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے معدن فضل و کمال بن گئے تھے چونکہ عہد رسالت میں کمسن تھے۔ اس لئے جناب رسالت مآب ﷺ سے براہ راست سنی ہوئی مرویات کی تعداد آٹھ ہے۔ البتہ بالواسطہ روایت کی تعداد کافی ہے۔ حضور ﷺ کے علاوہ انہوں نے جن بزرگوں سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں حضرت علیؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت فاطمہؓ حضرت ہند بن ابی ہالہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان کے رواہ میں برادر بزرگ حضرت حسنؓ صاحبزادے حضرت علی زین العابدینؒ صاحبزادیاں حضرت سکینہؓ حضرت فاطمہؓ، پوتے حضرت محمد باقرؒ، شعبی عکرمہ، سنان بن ابی سنان عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ، فرزدق شاعر وغیرہ شامل ہیں۔

تمام ارباب سیر نے سیدنا حضرت حسینؓ کے فضل و کمال میں لکھا ہے کہ وہ بڑے فاضل تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ قضا و افتاء میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ سیدنا حضرت حسینؓ نے ان کے آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے وہ مسند افتاء پر فائز ہو گئے تھے اور اکابر مدینہ مشکل مسائل میں ان کی طرف

باقی صفحہ 8 / نمبر 14

مشنِ جھنگوی رح کی پارلیمانی جدوجہد

شہادت سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

کیسٹ ریکارڈنگ
قاضی محمد ریاض الدین کراچی

جبل استقامت مولانا محمد اعظم طارق شہید کی قومی اسمبلی کی تاریخ ساز تقریر

جناب سپیکر:۔

سب سے پہلے یہ بات ہے آج ہمارا سارا کا سارا ہاؤس (House) اللہ کے فضل سے حسینیؓ ہے۔ ہر بات پر اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا آج ہم ایک قرارداد نہ پیش کریں کہ آج کے بعد جو طرز حکومت جو انداز زندگی جو اسلوب اور جو روشن نقوش حضرت حسینؓ نے چھوڑے ہیں ہم نے ان سے انحراف کر کے کیمونزم سوشل ازم اور باقی ازم جو ہم نے بنائے ہیں۔ ہم ان پر لعنت بھیجتے ہیں اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں آج چلو اس بات پر تو قرار داد پاس کریں۔ حضرت حسینؓ نے عظیم مقصد کے لئے قربانی دی لیکن آج مقاصد کی طرف کوئی نہیں دیکھتا صرف اپنے مفاد کے حصول کے لئے نام لئے جاتے ہیں پہلی بات مذہبی طور پر میں عرض کرنا چاہوں گا شہادت نعمت ہے اگر شہادت مصیبت ہے تو رویا جائے ماتم کیا جائے پیٹا جائے اور اگر شہادت نعمت ہے تو خراج تحسین پیش کیا جائے شہادت نعمت ہے اور شہید زندہ ہوتا ہے

شہادت ہے مطلوب، مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں بات یہاں سے کیوں نہ شروع کریں آج طے کر لیں کہ شہادت کے دن سے پہلے سوگ منانا ہے یا بعد میں پہلے منانا ہے تو کتنے دن پہلے شروع کرنا ہے۔ اور بعد میں کتنے دن تک لے جانا ہے اسلام کی تاریخ شہداء کے خون سے رنگین ہے کیا تاریخ اسلام میں ایک ہی امام مظلوم حضرت حسینؓ ہیں۔ آپ کو اِسی تاریخ میں وہ مظلوم بھی نظر آئے گا جس کے در اقدس پر حضرت حسن حسینؓ پہرا دیتے رہے۔ وہ 40 دن تک پیاسے رہ کر پیغمبرؐ کے شہر میں 44 لاکھ مربع میل کا حکمران جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تھے آج اس دن عید منائی جاتی ہے۔ کیوں ہوا اجلاس؟...... اس دن!...... جس دن حضرت عثمانؓ کی شہادت کا دن تھا۔ کیوں ہوا اجلاس؟...... یکم محرم کو امام عدل و حریت حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت کا دن ہے۔ کیوں ہوا؟...... اجلاس اس (پارلیمنٹ) میں!...... اس 21 رمضان المبارک کو جناب علی المرتضیٰؓ کی شہادت کا دن ہے...... کیوں ہوا اجلاس؟...... 22 جمادی الثانی کو یہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا دن ہے...... اور کیوں ہوا اجلاس؟...... اس دن پیغمبرؐ کے ارشاد کے مطابق سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی شہادت کا دن ہے...... جن کو تمام شہیدوں کا سردار آپ نے نہیں میرے پیغمبرؐ نے کہا تھا۔

ان شہیدوں کے دن اجلاس کیوں ہوئے؟...... آؤ آج طے کرو ہم تاریخ میں ان عظیم شہیدوں کی شہادت پر اجلاس نہیں کیا کریں گے یا پورے ملک میں تعطیل کریں گے اور اگر ان شہیدوں کی شہادت پر اجلاس کیا جائے گا تو پھر تمہیں اپنا یہ انداز اور طریقہ بھی بدلنا پڑے گا............ یہ کیا مظلومیت ہے باقی رہی بات کہ ہم سنی لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ ہمارے دلوں پر چھرے چلتے ہیں جب فاروق اعظمؓ کی شہادت کا دن ہوتا ہے تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اور دوسری بات کہ تاریخ اسلام کو اگر آپ دیکھیں تو کوئی دن بھی شہادت سے خالی نہیں ملے گا۔ کوئی دن بھی شہادت سے خالی نظر نہیں آئے گا۔ چھٹی کیجئے گھروں کو چلئے۔ سال کے سارے دن تو شہیدوں کے دن ہیں کیا شہیدوں نے ہمیں چھٹی کرانا سکھایا ہے؟...... شہیدوں نے ہمیں یہ درس دیا ہے آیئے دس محرم کو اجلاس رکھئے اور یہاں بیٹھ کر فیصلہ کیجئے۔ کہ حسینؓ جس عظیم مقصد کے لئے تو نے جان دی ہے ہم تیرے عظیم مقصد یعنی اسلام کے لئے...... اسلام کے خلاف جو سازشیں اُٹھیں گی اسلام کے خلاف کسی انداز میں جو سازش سامنے آئے گی۔ ہم اس کا بیڑا غرق کر کے دم لیں گے...... ہم انہیں سازش کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیں گے۔ ہمیں یہی عزم دس محرم کو اسی ہال میں کرنا چاہئے اس ہال میں دس محرم کو اجلاس ہو۔ اور ہم فیصلہ کریں کہ حسینؓ نے ہمیں رونے کے لئے نہیں چھوڑا...... حسینؓ نے ہمیں پیٹنے کے لئے نہیں چھوڑا...... کیا بات ہے آج حسینؓ کا نام وہ لیتے ہیں۔ جنہیں نماز نصیب نہیں............ قرآن کی تلاوت نصیب نہیں............ آج سیدہ زاہدہ فاطمہؓ کی بات وہ کرتے ہیں ”جن کے رات کی تاریکیوں میں جنازے اُٹھے اور ہمارے دن کے اجالے میں بال بکھرے رہتے ہیں کیا تک ہے...... کیا نسبت ہے...... کیا تعلق ہے...... ان عظیم شخصیات سے!...... ان سے تعلق ہے تو آج یہ طے کرنا ہوگا۔ آیئے میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ اس ملک میں ہم قرآن و سنت، پیغمبرؐ کی وراثت جس کے لئے امام حسینؓ نے جان دی ہے۔ ہم اس کے خلاف کوئی آواز نہیں سنیں گے...... ہم اس کے خلاف کوئی قانون برداشت نہیں کریں گے...... ہم اس کے خلاف کوئی نظام نہیں چلنے دیں گے............ ہم اس کے خلاف کسی کو کوشش کرنے کی جرأت نہیں دیں گے............ یہ حسینیتؓ ہے............ اگر نام حسینؓ کا لیا جائے فحاشی عام ہو...... نام حسینؓ کا لیا جائے شراب کے دور چلیں...... نام حسینؓ کا لیا جائے رشوت عام ہو...... نام حسینؓ کا لیا جائے بے حیائی عام ہو...... نام حسینؓ کا لیا جائے تو شراب و کباب کی محفلیں جمیں...... یہ حسینیت نہیں ہے۔ ان کا حسینؓ سے کوئی تعلق نہیں ہے............ حسینؓ سے تعلق اس کا ہے جو حسینؓ کے کردار کو اپناتا ہے۔

شکریہ جناب سپیکر!

آل سعود کا تعارف

قاری عبدالغفار سلیم

یوں تو آلِ سعود کا نام ۱۴ ویں صدی عیسوی کے شروع میں آفتاب بن کر چمکا مگر یہ خاندان تاریخ عرب میں منفرد اور غیر معمولی پس منظر کا حامل ہے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے مرید امیر درعیہ محمد کے والد سعود بن مقرن اس گھرانے کے جدِ امجد ہیں۔

ان سے پہلے یہ خاندان ایک معروف شخصیت اور اپنے جدِ امجد شیخ مانع المریدی کی نسبت آلِ مانع کے نام سے معروف تھا۔ شیخ مانع عرب کے ایک مشہور قبیلہ عنزہ کے سردار تھے یہ قبیلہ شہر قطیف کے قریب درو کی ایک بستی میں آباد تھا۔ "صقر الجزیرہ" کے مطابق قطیف اور دوع کے درمیان یمامہ کے رئیس کی ایک گوٹ تھی جو کچھ عرصہ بعد ریاض کے نام سے مشہور ہوئی، قدیم عہد کی یہ بستی آج پوری دنیا کی نگاہوں کا مرکز، اور تیل پیدا کرنے والے دنیا کے سب سے بڑے ملک سعودی عرب کا دارالسلطنت ہے۔

شیخ مانع ۸۵۰ھ میں ریاض کی نئی اقامت گاہ میں متمکن ہوئے، آپ کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا اس وقت تک ریاض شہر علاقہ کی بڑی آبادی کا مرکز بن چکا تھا، شیخ موصوف آپ کے بعد امارت کا قلمدان آپ کے فرزند ربیعہ کی طرف منتقل ہوا۔ ربیعہ کے دور میں آلِ یزید (بڑوی امیر) سے لڑائی کا معرکہ ہوا اس لڑائی میں دشمن پسپا ہوا۔ بالآخر درعیہ کی ریاست وسیع ہوتی چلی گئی۔

ربیعہ کے بعد اس کا ہونہار فرزند موسیٰ بن ربیعہ امیر مقرر ہوا، وہ اپنے باپ کی نسبت جرات شجاعت، فیاضی، رعایاپروری، اخلاق اور دوراندیشی میں نہایت ممتاز تھا موسیٰ نے اپنے ہمعصر اُمراء کے مقابلے میں کافی شہرت پائی۔

موسیٰ کے بعد ان کا بیٹا ابراہیم جانشین مقرر ہوا، ان کا پورا عہد ملکی تعمیر وترقی کا آئینہ دار ہے۔ ابراہیم نے اپنے تمام بیٹوں عبدالرحمٰن، سیف، عبداللہ اور مرخان میں آخرالذکر کو ولی عہد مقرر کیا، یہی مرخان آلِ سعود کا جدِ امجد ہے۔

مرخان نے اپنے والد کی وراثت کا حق ادا کیا، اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس نے اپنا کوئی جانشین مقرر نہیں کیا، مرخان کی وفات کے بعد اس کا بڑا صاحبزادہ ربیعہ درعیہ کا فرمانروا مقرر ہوا ان کی اولاد میں سے محمد بن سعود درعیہ کے حاکم مقرر ہو گئے، یہ ۱۱۳۷ھ کا واقعہ ہے۔

محمد بن سعود کا دورِ حکومت سعودی عرب کی تاریخ میں ایک درخشاں عہد کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے اس عہد کی چند نادرہ اصلاحات نے صحرائے عرب کو گلزار جنت بنا دیا اور درعیہ کی چھوٹی سی حکومت لاکھوں میل تک پھیل گئی اور محمد بن سعود ہی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے حلقہ ارادت میں آئے تو اصلاح وارشاد اور فتوحات وکامرانیوں نے قدم چوم لئے۔

امیر محمد بن سعودؒ:۔

آلِ مانع اور آلِ معمر میں قرآن سنت کے سب سے زیادہ قریب درعیہ کا امیر محمد بن سعود ایک بلند پایہ رعایا پرور حکمران اولوالعزم فرمانروا اور جرأت وشجاعت کا گوہر تابدار تھا اس کی خداترسی نے جزیرہ عرب کی تاریخ کا پانسہ پلٹ دیا، اس کا کوئی فیصلہ کتاب وسنت کا خلاف نہ ہوتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل عرب کی عظمت رفتہ کو واپس لانے میں محمد بن سعود کی مرکزی حیثیت ہے وہ اپنے معاصرین میں فیاضی، علم، تقویٰ پرہیزگاری میں نہایت ممتاز تھا، ظلم وتعدی اور بداخلاقی کا شائبہ نہ رکھتا تھا، اس کا مزاج قرونِ اُولیٰ کے اسلامی حکمرانوں کے مماثل تھا، جونہی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے اپنی عالمگیر دعوت کا آغاز کیا امیر ربیعہ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے شیخ الاسلامؒ کی تبلیغی دعوت سے امیر کی مزاج پر سونے کی کشیدہ کاری ہو گئی۔

صقر الجزیرہ کی ایک روایت کے مطابق "محمد بن سعود کے دور میں ظلم کی تمام اندھیریاں رک گئیں، چاروں طرف عدل وانصاف کا چھا جوں مینہ برسنے لگا، علاقائی تجارت مستحکم ہو گئی" تجارت ومعاملت اور تمام معاشرتی احوال شریعت اسلامیہ کے تابع ہو گئے، خرید فروخت میں سود، جھوٹ، دھوکا فریب اور ملاوٹ کا نام ونشان نہ تھا۔ علم کے مراکز آباد ہو گئے، مساجد بھر گئیں، بازاروں میں رونق ہونے لگی، حدود اللہ کا نفاذ عمل میں آیا اور اہل درعیہ عافیت وطمانیت کی زندگی گزارنے لگے، عینیہ کے امیر کی سختیوں سے تنگ آ کر شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ جب درعیہ میں مقیم ہوئے تو امیر درعیہ کی درج بالا سعید بختی ہی کا نتیجہ تھا کہ اس نے خبر پاتے ہی شرف ملاقات پایا معاونت کے لئے ہر قسم کے تعاون کا دروازہ کھول دیا،

شیخ الاسلامؒ سے معاہدہ:۔

امیر محمد بن سعود نے چند ہی روز بعد شیخ الاسلامؒ سے اسلامی تعلیمات کے فروغ کفار ومشرکین سے جہاد اور توحید خالص کے ابلاغ کا معاہدہ کیا جس کے بعد شیخ الاسلامؒ کے شاگردوں کی فوج ظفر موج اور پھر درعیہ کے سپاہیوں کے جتھے شرک وکفر کے دیوتاؤں سے ٹکرا گئی اور نجد ودرعیہ کی چھوٹی سی ریاست کے حکمران حجاز تک آ پہنچے۔

امیر عبدالعزیز بن محمدؒ

۱۱۹۵ھ میں عبدالعزیز درعیہ کی امارت کے منصب پر متمکن ہوئے، امیر موصوف اپنے باپ کی وراثت (جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ توحید وسنت) سے ایک لحہ غافل نہیں رہا، مسند امارت پر متمکن ہوتے ہی عبدالعزیز نے ریاض کا رخ کیا اس زمانے میں امیر ریاض نے شیخ الاسلامؒ کے پیروؤں پر بے انتہا مظالم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

۱۷۵۸ء عبدالعزیز نے اپنے بہادر اور نہایت زیرک فرزند سعود کو فوج کا نگران اعلیٰ مقرر کیا، دوسری طرف مسلط بن مطلق فوج کا سپہ سالار تھا، اس معرکہ میں دونوں طرف سی خونریز جنگ ہوئی، دشمن سعودیوں کی تلواروں اور تیروں سے گھائل ہو گیا، سینکڑوں لاشے میدان میں بکھر گئے، ریاض فتح ہوا گیارہ ہزار اُونٹ،

... میں قیام کرنے کے بعد پیشرووں کے سابقہ مفتوحہ علاقوں کو واپس لینے کی مہم شروع کی چنانچہ ۱۲۰۶ھ ۱۷۸۶ء کو سعود قطیف کی طرف نکلا فتح ونصرت سعود کے قدم چومتی جاتی تھی۔ سعودیوں کا ستارہ اوجِ کمال کو پہنچا، دشمن کے ۵۰۰ افراد قتل ہوئے اور وہابی فوج کامران ہو کر لوٹی''۔

آلِ سعود کی تاریخ میں ۱۲۰۶ھ ۱۷۸۶ء کا سال بھلائی اور فتح کی تمام عنایتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا اسی سال شریف غالب، کے اس لشکر سے خدا نے سعودیوں کو نجات دی جو اپنی زبردست تیاریوں اور بے پناہ اسلحہ سے لیس ہو کر شیخ الاسلامؒ اور سعودی وہابیوں کو قرۂ ارض سے نیست و نابود کرنے کے لئے درعیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔

سب سے بڑا صدمہ جو سعودی حکومت کو پہنچا وہ یہ تھا کہ اسی سال ۱۷۸۶ء امام الدعوۃ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آلِ سعودؒ اور آلِ شیخ اس جانکاہ حادثے سے ہمتیں کھو بیٹھے اور مایوسیوں کے بادل ان کے چاروں طرف منڈلانے لگے، تاہم ۱۷۸۷ء کے معرکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کے نشہ سے سرشار ہو کر نکلنے والے مجاہدوں کے عزم و ثبات کے سامنے بھی بتوں کے پجاری اور بدعات واوہام کے خوگروں کا پتہ پانی ہوا جاتا تھا ۱۷۸۷ء میں عبدالعزیز نے احساء کی مہم سر کی، اور یہاں بنی خالد کی آبادیاں بسا کر اس علاقے پر اسلامی حکومت کا پھریرا لہرایا۔

سعودی حکمرانوں کے جدِ امجد شاہ عبدالعزیزؒ ایک غالی رافضی کے ہاتھوں نماز کے دوران مسجد میں شہید

عبدالعزیز کے عہد میں نجد کی سلطنت کو لڑائیوں کے بے شمار کچوکے لگے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ اور حجاز کے بیشتر علاقوں کے حکمران نجد کی ریاست سے خائف تھے، انہیں شیخ الاسلامؒ کی تعلیمات کے نام پر قائم ہونے والی حکومت پڑوس میں گوارا نہ تھی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ حدود شرعیہ کے نفاذ عمل میں آئے اور سرک و بدعت کی تمام نشانیوں کے بیخ و بن اکھاڑ دیئے جائیں۔ امیر عبدالعزیز کے مغرب میں مصر، جنوب میں عمان اور شرق و شمال میں بصرہ، زبیر (عراق) کے علاقے تھے ... دور یعنی ۱۷۸۷ء میں امرائے عراق کا مقرر کردہ ... نے جوہر دکھائے، کوئی مارا گیا اور مال غنیمت کی نہایت وافر مقدار وہابی افواج کے حصہ میں آئی۔ ذلت آمیز شکست کے بعد امرائے عراق وترکی نے راہوں کے شجون سے لے کر سعودی حجاج کے قافلوں پر حملوں تک طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے وہابی حکام کو پریشان کئے رکھا۔ قبیلہ الخزاعل پر حملہ کے بعد عبدالعزیز کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور سلیمان پاشا (ترکی حاکم) کی نوجوں کو سبق سکھانے کے لئے اپنے جنگجو فرزند سعود کو سپہ سالار بنا کر ایک دستہ کے ہمراہ روانہ کیا۔ سعود آندھی کی طرح بڑھا اور بجلی کی طرح کوندتا ہوا کربلا تک آیا، بدعات وشرک کے اڈوں کو نیست و نابود کر کے سعودی سپہ سالار نے نجف کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے۔ بالآخر سعود بن عبدالعزیز فتح ونصرت کا پروانہ لے کر واپس لوٹا۔ صقر الجزیرۃ کے مطابق شریف غالب نے اپنے بھائی عبدالمعین کی قیادت میں ایک لشکر پیچھے روانہ کیا مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ترکی حاکم عبدالعزیز سے صلح پر آمادہ ہوا اور سعودیوں پر عائد شدہ حج کی تمام پابندیاں ختم کر دی گئیں۔

آلِ سعود کا مکہ میں داخلہ:۔

عبدالعزیزؒ کے عہد میں ۱۷۹۴ء میں سعود کی قیادت میں پہلی نجدی سپاہ مکہ میں داخل ہوئیں اس کے بعد ۱۷۹۵ء اور ۱۷۹۸ء میں نجدی وہابی فریضۂ حج سے مشرف ہوئے مکہ میں سعود بغیر خون بہائے داخل ہوا تمام اہل شہر کے لئے امن کا اعلان کر دیا گیا۔ سعود نے داخل ہوتے ہی بیت اللہ میں نوافل شکرانہ ادا کئے اور خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا۔

فتح مکہ کے بعد سب سے پہلے جو کارروائی عمل میں آئی وہ یہ تھی کہ مزارات پر ہونے والے شرک کے تمام مواقع ختم کر دیئے گئے، اکابر واسلاف اور اصحابۂ رسولؐ کے مزارات پر سادہ اور خام عقیدہ مسلمانوں کے لئے خصوصی نگرانی کا اہتمام ہوا مبادا کوئی شخص شرک کی برائی کا مرتکب ہو اور سجدہ سے لے کر طواف قبور تک کسی بھی معصیت سے آلودہ ہو۔ سعود کا دوسرا اہم کام مکہ میں مکمل اسلامی نظام اور حدود شرعیہ کے نفاذ کا اعلان تھا۔ سعود کی کامیاب کارگزاری کے بعد شریف غالب جدہ کی طرف ... امیر کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا،

۱۰ رجب ۱۷۹۸ء کو درویش کا ایک شیعہ مجد طریف درعیہ میں زہر آلود خنجر کے ذریعے عبدالعزیز پر حملہ آور ہوا توحید کا فدائی خواں اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں حوران خلد اس کے لئے شراب طہور کا جام لئے کھڑی تھیں۔

اسلامی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مسجد میں اسلامی حکمران کی شہادت کا یہ دوسرا واقعہ تھا جس میں ایک دین دشمن کے ہاتھوں اسلام کا عظیم فرزند جام شہادت نوش کر گیا، آنحضرتؐ کے خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ بھی ابولؤلؤ مجوسی کے زہر آلود خنجر سے مسجد رسولؐ کے محراب میں شہادت کا زخم کھا گئے تھے،

امیر عبدالعزیز نے ۸۶ سال عمر پائی اور اپنے پیچھے دین و شریعت کے مہر منیر سعود کو جانشین چھوڑ گیا۔

آج کا کوئی مسلمان رسول اللہ کی سیرت کو فراموش کر کے عزت و شرف نہیں پا سکتا۔

(جاری ہے)

ضرورت ڈیلرز

ادارہ اشاعت المعارف کی شائع کردہ تمام کتب، کیلنڈرز، جنتریوں، ڈائریوں کی ہر علاقے میں ترسیل کیلئے ہر ضلعی مقام پر ڈیلرز کی ضرورت ہے۔ ڈیلر شپ حاصل کرنے والے احباب کو معقول منافع اور حیرت انگیز مراعات دی جائیں گی۔ مولانا علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا اعظم طارق شہیدؒ اور دیگر مشنِ صحابہؓ سے وابستہ مصنفین اور قلمکاروں کی تمام کتب فراہم کی جائیں گی۔ ڈیلر شپ حاصل کرنے والے مالی طور پر مستحکم پارٹیوں سے درخواستیں مطلوب ہیں۔ اپنی درخواستیں درج ذیل پتہ پر پہلی فرصت میں روانہ کریں۔

(ناظم اعلیٰ اشاعت المعارف)

اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد

فون: 041-640024

وکیلِ صحابہؓ حضرت قاضی مظہر حسینؒ کی وفاتِ حسرت آیات پر

سفینہ اہلسنت کا ناخدا چل بسا

محمد الطاف منہاس (چکوال) کے قلم سے خصوصی تحریر

یہ نومبر ۱۹۰۲ء کی بات ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے حواری...... اس مرد درویش کی اذانِ حق سن کر بڑبڑا اٹھے۔ مرزا قادیانی ہتک عزت کا دعویٰ کر عدالتی دہلیز پر جا پہنچا اور مقدمہ جہلم کی عدالت سے گورداسپور منتقل کرالیا......... گورداسپور کی عدالت بھی کی ہے۔ مرزا قادیانی باوجود مدعی کے مجرم کی حیثیت سے عدالت میں کھڑا ہے اور وہ مردِ حق پرست بھی دلائل کی بھرپور یلغار سے مرزا کو نکیل ڈالے کھڑا ہے...... انگریز جج بھی انگشت بدنداں ہے کہ آج تک عدالت میں بڑے بڑے مقدمے اور بڑے بڑے مجرم آئے مگر میں رسوائی کے دریا میں غوطے کھاتا بے بس مجرم میں نے آج پہلی مرتبہ دیکھا ہے بالآخر اس مرد درویش نے مرزا کو دلائل کی رسی سے جب خوب گھسیٹ لیا تو انگریز جج نے انگریزی نبی کو جرمانے دہر جانے کی سزا کا اعلان سنا دیا......

گورداسپور کی عدالت میں قادیانی کے گلے میں رسوائی کے ہار ڈالنے والا مرد درویش...... آفتابِ ہدایت لکھ کر رافضیت کے محل میں نقب لگانے والا مرد قلندر جسے اپنے بیگانے رئیس المناظرین مولانا کرم الدین دبیرؒ کے نام سے جانتے اور مانتے ہیں۔ آپ چکوال شہر سے تیرہ کلومیٹر شمال مشرق میں واقع قصبہ بھیں کے رہنے والے تھے دیوبندی بریلوی مسلک کے لوگ آپ کے علمی مقام اور مناظرانہ صلاحیت کے گرویدہ و معترف ہیں۔ آپ علمی مہارت، عملی طہارت، مناظرانہ پیچ وخم، جرأت، بہادری، دلیری جیسی بے شمار خوبیوں کے مالک تھے جو کہ مستقل عنوان و دیوان لکھنے کی متقاضی ہیں۔ آپ نے انہی خوبیوں کی نہج پر اپنی اولاد کی تربیت کی یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر آپ کے صاحبزادگان مستقل عنوان کی حیثیت اختیار کر گئے آپ ہی کے تخمِ حلالی شہیدِ ختمِ نبوت غازی منظور حسین شہیدؒ ہیں جنہوں نے راجپال ہندو افسر کو واصل جہنم کیا بعد ازاں میانوالی کے جنگلات میں انگریزی فوج کے ساتھ معرکہ میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے آج بھی ان کی میانوالی بنوں روڈ پر مرقد مبارک ہر گزرنے والے کو درسِ حریت دے رہی ہے۔ مولانا کرم الدینؒ کے ہاں یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو جس طفلِ بامراد کی پیدائش ہوئی یہی آگے چل کر قومِ خوددار میں صورِ انقلاب پھونکنے والے قائد اہلسنّت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کہلائے۔ میری ان سطور میں موضوعِ سخن یہی عظیم شخصیت ہے حضرت قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی کے سایۂ شفقت میں شروع کی اور بہت جلد ہی دینی و عصری علوم کی منازل طے کرتے ہوئے ۱۹۲۸ء میں ہائی سکول چکوال سے میٹرک اور ۱۹۳۴ء میں اشاعتِ اسلام کالج سے ماہرِ تبلیغ کا کورس پاس کرلیا۔ ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ شریف سے دورہ حدیث شریف تک علوم دینیہ کی پیاس بجھالی...... یہ وہ دور تھا جب برصغیر کی عظیم علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کا شہرہ آسمان کی بلندیاں چھو رہا تھا......

دارالعلوم دیوبند کے فیضِ لاریب کو مالکِ کل مکان نے یہ شرف بخشا ہے کہ اس نے برصغیر میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم جہالت کے پردوں کا طلسم توڑا اور توحید و رسالت کے چراغ جلائے اور اس حقیقت کو بھی زمانہ جھٹلانے سے قاصر ہے کہ اس ٹکسال سے نکلنے والے ہر سکے نے دنیا سے اپنا آپ منوایا...... اور ظلم و استبداد کے تند و تیز طوفاں میں بھی علمِ حق نہ سرنگوں ہونے دیا اور نہ گرنے دیا...... اگرچہ اس طائفۂ حق شناس کے راستوں کو مسدود کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا مالٹے کے جزیرے سجائے گئے...... خوں کی ندیاں رواں کی گئیں...... حوصلے پابند سلاسل کیے گئے...... جذبے آہنی زنجیروں میں جکڑے گئے...... حتیٰ کہ کئی منچلے جرمِ حق گوئی کی پاداش میں سولیوں کی نظر کردیے گئے مگر اس تمام کے باوجود نہ تو یہ کارواں ظلمات کی بہتی نیہ کے آگے رُکا اور نہ ہی میر کارواں وعدہ معاف گواہ بنے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبند کا نام آتے ہی تاریخ کے صفحات مارے ادب کے اپنے قرطاس کو قلم کی نوک کے آگے سجدۂ تعظیمی بجا لانے پر مجبور کردیتی ہے...... دارالعلوم دیوبند کی انہی دینی و علمی خدمات سے متاثر ہوکر مولانا کرم الدین دبیرؒ نے اپنے ہونہار فرزند ارجمند حضرت قاضی مظہر حسینؒ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۳۸ء میں ایک رقعہ بنام شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ دیکر دارالعلوم دیوبند بھیج دیا دارالعلوم کا پاکیزہ ماحول...... علم کی محافل...... عمل کا جذبہ...... سب کا سب عظیم سعادت مندی تھی لیکن حضرت قاضی صاحب کی قسمت کے کیا کہنے کہ ان ساری سعادتوں کے ساتھ ساتھ ان اساتذہ کی صحبت و قربت نصیب ہوئی جن کی عظمت و توقیر پر زمانہ رشک کرتا ہے بالخصوص حضرت حسین احمد مدنیؒ جن کے نام پر تاریخ برصغیر کی طریقت و سیادت کو مان و ناز ہے جن کی صحبت سے فیض پانے والے مریدین شاگرد متوسلین برصغیر کے سارے خطے کو اپنے رنگ میں رنگ گئے۔ گویا کہ قاضی صاحب نے علم دینیہ کے ساتھ طریقت و اسلوب کے سبق بھی پڑھنے شروع کردیئے۔ ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اس فیضِ لاریب...... ان برکات و انوارات کو سمیٹ کر اپنے علاقے میں منتقل ہوگئے۔ ابھی دو سال کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ رافضیت کے اکسانے پر ایک شخص نے ذاتی نوعیت کے جھگڑے کو بنیاد بنا کر آپ پر حملہ کردیا آپ نے دفاعی وار کیا جو بید موسوی ثابت ہوا اور وہ شخص ہلاک ہوگیا...... ۱۹۴۱ء میں آپ کو اسی مقدمہ کی بنیاد پر عمر قید کی سزا سنادی گئی۔ آپ کی یہ اسیری پنجاب کی مختلف جیلوں میں گزری جو آٹھ سال کے عرصے پر محیط تھی اس دوران جہاں برصغیر کی تقسیم کا واقعہ رونما ہوا امیر شریعتؒ نے جہاد کشمیر کا اعلان کیا۔ وہاں پر حضرت قاضی صاحبؒ کے ساتھ بھی زمانے کے ایام کی گردش آنکھ مچولی کھیلتی رہی کہ جہاں حضرت مدنیؒ نے آپ کو بیعت و خلافت سے نوازا اور آپ خلیفہ مجاز بن گئے۔ وہاں اس سعادت و عظمت کے ساتھ ساتھ ہی اسی اسیری کے دوران آپ کے والد گرامی حضرت مولانا

کرم الدینؒ دبیر اور آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال اور غازی منظور حسینؒ کی شہادت جیسے دلخراش واقعات بھی رونما ہوئے مگر اس مرد قلندر نے خندہ پیشانی سے فیصلِ صادق کے فیصلوں کو قبول کیا...... ۱۹۴۹ء میں رہائی کے بعد نئے عزم اور ولولے سے اپنے آبائی علاقہ چکوال (جو کہ جہالت کی اندھیر نگری اور اہل بدعت و روافض کی آماج گاہ بنا ہوا تھا) میں دینی مسلکی جدوجہد کا آغاز کیا...... اسی دوران ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک چلی عشاقِ رسولؐ سر بکفن ہو کر میدانِ کارزار میں کود پڑے پورے ملک کے علماء نے جیل بھرو مہم کا اعلان کر کے جیلیں آباد کرنی شروع کر دیں...... حضرت والا نے بھی جہلم کی مشہور دینی درسگاہ گلشن جہلمیؒ جامعہ حنفیہ میں قادیانیت کے شجر نامراد پر باندازِ تقریر زوردار آرا چلا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا اس دوران آپ کی اسیری کا اکثر حصہ منٹگمری (ساہیوال) جیل میں گزرا...... حضرت والا کو جہاں باری تعالیٰ نے علم و عمل سے نوازا وہاں پر حضرت والا کو جرأت و با کی ہمت و بے خوفی بھی اپنے خاندان سے ورثے میں ملی تھی۔ ایوبی دور میں جب قادیانیت کے خلاف بولنا یا لکھنا جرم عظیم تصور کیا جاتا تھا چکوال شہر میں کسی منچلے جیالے نے قادیانیت کے خلاف لکھائی کر کے شہر کے در و دیوار کو گرما دیا اس واقعہ سے انتظامیہ میں کھلبلی مچ گئی بسیار کوشش کے باوجود جب مطلوبہ شخص گرفتار نہ ہو سکا تو انتظامیہ نے تمام مکاتب فکر کی ضلعی میٹنگ بلالی...... تمام علماء نے مذکورہ واقعہ کی مذمت کی اور ذمہ دار کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا مگر جب حضرت والا سے پوچھا گیا کہ اس واقعہ میں آپ اپنے مدعا سے مطلع کریں تو حضرت والا یوں گویا ہوئے:

"کہ تف ہے ان مولویوں پر جو منبر و محراب سے عشق رسولؐ کے نعرے بلند کرتے ہیں اور اگر کوئی عاشق صادق اپنے جذبات کا اظہار کر دے تو اس کو سزا دلوانے کی باتیں کرتے ہیں...... مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ یہ کس نے لکھا ہے لیکن اگر معلوم ہو جائے تو میں مذکورہ عاشق صادق کے ہاتھ چوم لوں گا۔"

۱۹۶۵ء میں جب جہلم روڈ چکوال شہر میں واقع احمدی فرقہ کے لوگوں نے سپیکر پر حکومتی اجازت نامے کے ساتھ جلسہ کرنے کا اعلان کیا تو عین جلسے سے چند لمحے قبل حضرت والا اپنی مسجد سے تلوار لیکر نکلے اور بازار سے آواز لگاتے ہوئے گزرے کہ "لوگو! تم کس لئے زندہ ہو کہ تمہارے ہوتے ہوئے ختم نبوت کے ڈاکو لاؤڈ سپیکر پر آزادی سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ تلوار لہراتے بپھرے ہوئے شیر کی گرج سنکر شہر کے تاجروں نے بازار بند کر دیئے اور حضرت کے ساتھ ہو لئے آپ ایک بڑے جلوس کی شکل میں جب مذکورہ جگہ پر پہنچے تو ضلعی انتظامیہ کے افسرانِ بالا آڑے آ گئے اور ایک لمبی لکیر کھینچ کر کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ والوں نے اجازت لیکر اس جلسے کا انعقاد کیا ہے لہذا اگر کسی نے اس لکیر کو کراس کرنے کی کوشش کی تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ خالد دینا حال کراچی میں کفن لہرانے والے حسین احمد مدنی کا یہ روحانی ختم لکیر کراس کر کے افسران کو یوں مخاطب ہوا...... "اے بھتہ خورو! اگر ہمت ہے تو ختم نبوت کے در کے اس پہریدار پر گولی چلاؤ"! انتظامیہ منہ تکتی رہی اور آپ نے نہ صرف جلسہ بند کروا دیا بلکہ پھر چکوال کی تاریخ میں آج تک قادیانیوں کا اعلانیہ جلسہ نہ ہو سکا۔ حضرت والا جس طرح طبیعت کے انتہائی نرم...... مشفق و مہربان...... سادگی و تقویٰ کے پیکر اور حد درجہ مہمان نواز تھے ویسے ہی عقیدے اور مسلک کے اعتبار سے فولادی چٹان تھے...... اپنوں بیگانوں کی پرواہ کئے بغیر مسئلہ حق کو نہ صرف بیان کرنا بلکہ بغیر لگی لپٹی کے بیان کرنا حضرت والا کا عمر بھر کا وطیرہ رہا بعض معاصرین کا خیال ہے کہ حضرت والا اپنے موقف کے اعتبار سے انتہائی سخت تھے لیکن صاحبِ فراست لوگ جانتے ہیں کہ نفس پرستی اور مصلحت پسندی کے اس دور میں جبکہ ہر خاص و عام حقیقتِ حال بیان کرنے سے عاری اور اظہارِ حق و صداقت سے چشم پوشی اختیار کر کے مصلحت کی منقش چادر کا سہارا لیتا ہے ان حالات میں وہ مرد قلندر عقیدے اور مسلک کے دفاع میں سخت موقف اپنائے ہوئے تھا وہ یقیناً اس میں حق بجانب تھا ورنہ مسلک کا دفاع یقیناً خطرے سے خالی نہ تھا...... یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی کے ساتھ ایک سیاسی اتحاد کی بناء پر آپ نے جمعیت علمائے اسلام سے استعفیٰ دے کر ۱۹۶۹ء میں اہلسنت والجماعت کے فکری و ذہنی شعور کو بیدار کرنے کے لئے...... یارانِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو عام کرنے کے لئے...... مسلک حقہ علمائے دیوبند کا دفاع کرنے کے لئے "تحریک خدام اہلسنت والجماعت" کی بنیاد رکھی اور پھر ساری زندگی اپنے پروگرام و منشور اور جماعتی ماٹو یا اللہ مدد، اصلی کلمہ اسلام اور نعرۂ حق چار یارؓ کو لیکر بستی بستی قریہ قریہ لیل و نہار...... پیدل میلوں میلوں کا سفر کر کے...... سائیکل پر جا کر...... درسِ قرآن سنی کانفرنس کے عنوان سے اپنے پروگرام کو عام کیا اور وہ علاقہ جو جہالت کی آماجگاہ تھا۔ اس مرد قلندر کی محنت و کاوش اخلاص و للہیت کے نتیجے میں آج وہ علاقہ دیوبندیت کا مضبوط قلعہ سمجھا جاتا ہے......

یہ مرد درویش نصف صدی سے زائد مسلک کی پاسداری کر کے نصف سے زائد موضوعات پر کتب تصانیف کر کے اپنے لاکھوں متوسلین کو داغ جدائی دیکر ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو

تلے جا بسا چکوال کی تاریخ نے پہلی مرتبہ جنازے کا ہجوم یوں دیکھا تھا کہ جس میں علماء زعماء تاجر برادری اور تمام شعبہ ہائے زندگی رکھنے والے لاکھوں چاہنے والوں نے شرکت کی شخصیات میں حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب (کراچی والے) حضرت علامہ خالد محمود صاحب حضرت مولانا احمد لدھیانوی صاحب، حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری صاحب (ملتان) مفتی محمد صاحب (کبیر والا) اور دیگر شامل تھے......

اس مرد قلندر کو شہر سے آبائی قصبے میں لیجایا گیا میت کے دیدار کے لئے ہزاروں کا ہجوم تھا اور جس طرح دیہات کے لوگوں بالخصوص چک ملوک کے سنی مسلمانوں نے اپنے محبوب کو الوداع کیا وہ منظر یقیناً قابلِ دید و قابلِ تحسین تھا...... یوں سفینۂ اہلسنت کے اس ناخدا کو اپنے والد گرامی کے پہلو میں اپنے آبائی قصبہ بھیں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

ایجنسی ہولڈرز درکار ہیں

ماہنامہ "خلافت راشدہ" کی بروقت ترسیل کیلئے ضلع و تحصیل کی سطح پر ایجنسی ہولڈرز درکار ہیں۔ ایجنسی حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات فوری طور پر ادارہ سے رابطہ کریں۔

(سرکولیشن مینجر)

ضرورت نمائندگان

ماہنامہ "خلافتِ راشدہ" فیصل آباد کو ملک بھر سے ضلعی اور تحصیلی سطح پر نمائندگان کی ضرورت ہے۔ نمائندگی حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات اپنے مکمل کوائف کے ساتھ رابطہ فرمائیں۔

(ایڈیٹر)

واقعہ کربلا کا پس منظر
حقائق کی روشنی میں

ترتیب
منصور علی
نوشہرہ کینٹ
سرحد

یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ شیعی نظریہ کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی نے رکھی تھی۔ یہودی النسل یہ شخص یمن سے تعلق رکھتا تھا اور مدت سے محسوس کر رہا تھا کہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کی وجہ سے اسلام دن بہ دن ترقی کر رہا ہے اور کفر روز بروز سمٹ رہا ہے یہ بدطینت اسلام اور مسلمانوں کی روز افزوں ترقی اور سر بلندی دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتا رہتا تھا۔ بڑا سازشی اور چالاک ذہن کا مالک تھا۔ اس نے اسلام کی دن بہ دن ترقی کے اسباب پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی سرفرازی اور فتح مندی کا بنیادی سبب مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق اور یکجہتی ہے اس نے اس بنیادی سبب کو کھوکھلا کرنے اور مسلمانوں کے مابین رخنہ اندازی انتشار و اختلاف کا بیج بونے کے لئے خلافت عثمانی میں اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اور اپنے مذموم مقاصد اور ناپاک عزائم میں کامیابی کے لئے ''حب علیؓ'' کی آڑ لے لی اُس نے حضرت علیؓ کے بارے میں بے حد غلو سے کام لیا۔ اور آج حضرت علیؓ کے بارے میں اہل تشیع جتنے نظریات اور شرکیہ عقائد رکھتے ہیں یہ سب کے سب اسی یہودی کے ایجاد کردہ ہیں (دیکھئے شیعہ مذہب کی کتاب رجال کشی ص ۷۱)

حضرت عثمانؓ چونکہ طبعاً حلیم الطبع اور نرم خو تھے۔ اُس نے ان کی نرمی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کی ابتداء کی چالاک اور باتونی شخص تھا اسے مملکت اسلامیہ کے اکثر صوبوں میں من پسند ایجنٹ میسر آ گئے۔ اپنے انہی ایجنٹوں کے ذریعے دوسرے صوبوں کے رہنے والوں کی طرف خطوط لکھ لکھ کر حضرت عثمانؓ سے بدظن کرنے کی کوششیں شروع کر دیں پھر اس نے ایک گہری اور کامیاب چال یہ چلی کہ حضرت علیؓ کی طرف سے جھوٹے خطوط بصرہ و کوفہ کے صاحب حیثیت لوگوں کو تحریر کئے۔ جن میں لکھا گیا تھا کہ عثمانؓ کے خلاف متحد ہو جاؤ اور خلافت عثمانی کا تختہ الٹ دو''۔ چند سال اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے مختلف صوبوں میں محنت کرتا رہا۔ جب شرارتی ذہن کو منظم و تیار کر چکا تو طے شدہ منصوبے کے تحت منافقین کو مختلف صوبوں سے اکٹھا کر کے مدینہ منورہ جمع کر لیا۔

اور جب مسلمانوں کی اکثریت حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئی تو انہوں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ کئی دنوں کے محاصرہ کے بعد وہ گھر کی عقبی دیوار پھلانگ کر گھر میں داخل ہو گئے اور ۸۴ سالہ بوڑھے عثمان غنیؓ کو تقریباً ۴۰ دن پیاسا رکھ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے انتہائی سفاکی سے بے رحمی، بے دردی اور ظلم و شقاوت کے ساتھ شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سیدنا علیؓ کی خلافت:۔

شہادت عثمانؓ کے بعد قاتلین عثمانؓ نے اپنے بچاؤ کے لئے حضرت علیؓ کو مجبور کیا کہ وہ مسند خلافت سنبھال لیں۔ حضرت علیؓ ان مخدوش حالات میں تخت خلافت کو رونق نہیں بخشنا چاہتے تھے (شیعہ مذہب کی کتاب نہج البلاغۃ ص ۱۹۸)

حضرت علیؓ نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اسلامی سلطنت کا دارالخلافہ بنا لیا۔ تمام سازشی اور شرارتی لوگ جو اپنے آپ کو شیعان علی کہتے تھے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ ساتھ رہے۔ اس طرح کوفہ شیعان علی کا مرکز بن گیا قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مجالس المومنین ص ۵۶ پر تحریر کرتا ہے۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد

کوفیوں کے شیعہ ہونے پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ (یعنی تمام کوفی شیعہ تھے)

اگر یہ لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور محبت و عشق کا دعوے بھی کرتے تھے لیکن سیدنا علیؓ پورے دور خلافت میں ان دغا بازوں، غداروں اور منافقوں کی شرارتوں اور بے وفائیوں سے نالاں رہے اور اپنے شیعوں کے متعلق فرماتے تھے۔

ترجمہ:۔ اگر میں اپنے شیعوں کو پرکھوں تو ان کو صرف باتیں بنانے والا پاؤں، اور اگر ان کا امتحان لوں تو یہ سب مرتد ثابت ہوں'' (کافی کتاب الروضہ ص ۱۰۷)

زندگی کے ایک موڑ پر جب حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی حامی بھر لی تو ان بدطینت لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ جب حضرت علیؓ نے سیدنا معاویہؓ سے صلح کر لی تو انہوں نے کہا کہ معاویہؓ سے صلح کرنے والا بھی کافر ہے اس نظریہ کے لوگ خارجی کہلائے۔ (ہمارے ہاں گنگا الٹی بہتی ہے جو یہاں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو صحابی رسولؐ دونوں کو جنتی اور دونوں کو برحق جانے اسے خارجی کہہ کر گالی دی جاتی ہے) آخر کار سیدنا علیؓ ایک شیعہ کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت حسنؓ اور تخت خلافت:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ کے شیعان نے حضرت حسنؓ کو خلیفہ و امیر منتخب کر لیا۔ حضرت علیؓ نے زخمی حالت میں حسنؓ کو قائمقام امام مقرر کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا تھا، بلکہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج ۱ ص ۵۳۱) میں تو یہ تک موجود ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو اپنی زندگی میں اپنا ولی عہد اور وصی بنا دیا تھا حضرت حسنؓ نے اس شرط پر خلافت قبول کی کہ جس سے میں صلح کروں گا تم اس سے صلح کرو گے اور جس میں جنگ کروں گا تمہیں بھی اُس سے لڑنا ہوگا۔

(جلاء العیون ص ۳۴۳)

حضرت حسنؓ اپنے والد گرامی کو ہمیشہ یہ مشورہ دیتے رہے تھے کہ معاویہؓ سے جنگ نہ کی جائے بلکہ صلح

کا ہاتھ بڑھایا جائے تاکہ منافقین یہود کے عزائم خاک میں مل جائیں اور مسلمان متحد ہو کر کفر کے لئے پیغام موت بن جائیں۔ لیکن حضرت حسنؓ کا یہ صائب مشورہ شیعان علی کی کثرت اور ان کے مکر و فریب کے سامنے بے اثر ہو جاتا تھا۔

جب اقتدار کی کرسی پر حضرت حسنؓ خود براجمان ہوئے اور بلا شرکت غیر با اختیار حکمران بن گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبہ کے تحت سیدنا معاویہؓ سے صلح کرنے کا فیصلہ کر لیا ادھر سے حضرت معاویہؓ نے بھی صلح کا پیغام روانہ فرمایا۔ جب شیعان کو یہ پتہ چلا کہ فرزند علیؓ سیدنا حسنؓ خلافت سے دستبردار ہو کر حکومت و امارت حضرت معاویہؓ کی سپرد کر رہے ہیں تو ان کے تیور بدل گئے انہیں اپنے مذموم مقاصد خاک میں ملتے نظر آئے اس لئے کہ ان کی کامیابی کا دارومدار مسلمانوں کے اختلاف و انتشار اور پھوٹ میں تھا اگر سیدنا حسنؓ اور سیدنا معاویہؓ کے مابین صلح ہو جائے تو ان منافقین کی تمام تر کوششیں اور جدوجہد ناکام ہوتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت حسنؓ کے اس نیک ارادے کو دیکھ کر کہا۔ حسنؓ معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتا ہے خدا کی قسم یہ تو اپنے والد (علیؓ) کی طرح کافر ہو گیا ہے یہ کہہ کر ان کے خیمے پر حملہ آور ہو گئے۔ حضرت حسنؓ کے نیچے سے مصلّے کھینچ لیا، چادر ان کے کندھے سے اتار لی۔ ران میں نیزہ مارا اور حضرت حسنؓ کو زخمی کر دیا۔ (مناقب آل ابی طالب ج۴ ص۳۳ شیعہ) حضرت حسنؓ زخموں سے کراہ رہے تھے اور فرماتے تھے۔

''خدا کی قسم میرے لئے معاویہؓ ان لوگوں سے بہتر ہیں جو اپنے آپ کو ہمارا شیعہ کہتے ہیں۔ ان شیعوں نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا میرا سامان لوٹا میرا مال چھین لیا یہ تو مجھے قیدی بنا کر معاویہؓ کے سپرد کر دیتے۔'' (ناسخ التواریخ ج۱ ص۳ شیعہ)

حضرت حسنؓ نے جب شیعان علی کے یہ کرتوت دیکھے تو اپنے بھائی حضرت حسینؓ کو ساتھ لے کر اور شام جا کر حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

(رجال کشی ص۱۰۲ شیعہ)

معاویہؓ پر تبرا کرنے والو تبرا کرنے سے پہلے ذرا سوچ لیا کرو کہ معاویہؓ حسنین کریمینؓ کا امام بھی ہے امیر بھی اور مقتدا بھی وہ امام کتنا رفیع المرتبہ اور بلند شان ہو گا جس کے مقتدی حسنین کریمینؓ ہوں۔

اور صرف بیعت ہی نہیں کی بلکہ ہر سال دونوں بھائی حضرت معاویہؓ کے پاس جاتے اور ایک لاکھ درہم وظیفہ وصول کرتے تھے۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی حدید شیعہ ص۲/۳۸۲ ج)

حضرت حسنؓ نے سیدنا معاویہؓ سے صلح کر کے اپنے نانا جانؐ کی اس پیشین گوئی کو پورا فرمایا۔ جب حضرت حسنؓ ابھی بچے تھے اور حضور انورؐ نے فرمایا تھا حسنؓ میرا بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو (۲) عظیم جماعتوں کے مابین صلح کرائے گا (بخاری شریف/کشف الغمہ ص۵۴۶) اس ارشاد نبویؐ سے واضح ہو گیا کہ سیدنا معاویہؓ کی جماعت فِئَةً بَاغِيَةً (باغی جماعت) نہیں تھی بلکہ فِئَةً عَظِيمَةً (عظیم جماعت) تھی۔ حضرت حسنؓ کی دستبرداری کے بعد تقریباً 19 سال سیدنا معاویہؓ نے عدل و انصاف اور خشیت الٰہی کے ساتھ خلافت و امارت کی ذمہ داریاں پوری کیں نصف دنیا پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ حضرت معاویہؓ کا دور امن و آشتی کا ایسا دور تھا کہ فتوحات کے دروازے کھلتے چلے گئے انہوں نے کفر کو ناکوں چنے چبوائے، مخالفین اسلام کی کمر توڑ دی۔ افریقہ اور یورپ کے دروازے پر اسلام نے دستک دی۔

یزید کی ولی عہدی:۔

حضرت معاویہؓ جب بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچے تو ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد منافقین و یہود کی خباثتوں اور سازشوں کی وجہ سے مملکتِ اسلامیہ کے حالات ایسے بگڑے کہ حضرت علیؓ جیسے مخلص، زیرک و دانا، صاحب الرائے اور بہادر و دلیر خلیفہ راشد بھی ان پر قابو نہ پا سکے منافقین کی سازشوں کی وجہ سے امت انتشار و افتراق کا شکار رہی۔ حضرت معاویہؓ دیکھ رہے تھے کہ سیدنا حسنؓ کے تدبر کے باعث مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی برکت سے امن و سکون اور چین نصیب ہوا فتوحات کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا مملکت اسلامیہ وسیع تر ہوئی اور کفر پر زمین تنگ ہو گئی۔ ہم نے اتحاد و اتفاق کے زور سے یہود کی سازشوں کو خاک میں ملا دیا۔ سیدنا معاویہؓ یہ بھی جانتے تھے کہ یہود کا ذہن بے حد سازشی ذہن ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کو دیکھ کر خوفناک تدبیروں میں مصروف ہونگے۔ اور موقع کے متلاشی ہونگے۔ اگر میں نے اپنی زندگی میں ہی خلافت اور امامت کا مسئلہ حل نہ کر دیا اور کسی کو بطور ولی عہد مقرر نہ

کر دیا تو میرے بعد خلافت کے مسئلہ کو آڑ بنا کر پھر یہود مسلمانوں کو ایک دوسرے سے پھر سے لڑا دیں گے اس طرح مسلمانوں کی قوت و طاقت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ حضرت معاویہؓ کے تدبر و فراست و دانائی نے ... خداداد بصیرت نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر کل کا انتظام نہ کیا گیا اور آنے والے سیلاب کے لئے ابھی سے بند باندھے گئے تو مسلمانوں کے خون بہنے کی یہ کہانی ... ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ اسی فکر میں تھے کہ ولی عہد ... منصب کس کے حوالے کیا جائے مشہور صحابی ... بیعت رضوان میں شامل حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے ... پیش کی کہ اس منصب کے لئے آپ کے ... یزید سے بہتر اور کوئی نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت ... مسلمان بنو امیہ کے علاوہ کسی دوسرے کو قبول کر... رضامند نہیں ہونگے۔ حضرت معاویہؓ کو خداوند ... نے بصیرت و ذہانت دور رس نگاہ اور فہم فراست سے ... حصہ عطا فرمایا تھا وہ کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے تھے ... پر مسلمان متفق اور متحد نہ ہوں اس لئے انہوں نے ... کہ اس سلسلہ میں اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھا... جب تک مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں کے گورنر... اور صاحب الرائے لوگوں سے مشورہ نہ لے لوں چنا... تمام صوبوں کے ارباب علم و دانش اور گورنروں ... سامنے حالات پیش کر کے مشورہ طلب کیا گیا سب ... مکمل طور پر اس تجویز سے اتفاق کیا لیکن امیر معاویہؓ ... بھی مطمئن نہ ہوئے اور فرمایا کہ جب تک مکہ و مدینہ ... رہنے والوں سے نہیں پوچھ لیتا اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کرونگا۔ پھر بڑھاپے اور بیماری کے باوجود سفر ... اور مکہ و مدینہ میں رہنے والے اصحاب رسول اور دوسرے اہل علم و فضل سے پوچھا اکثریت نے یزید کی ولی عہدی کی تجویز کی تائید کی'' یہ حقیقت بھی ذہن نشین رکھے کہ حضرت معاویہؓ نے یزید کو محض شفقت پدری اور کنبہ پروری کی بنا پر ولی عہدی کا عظیم منصب نہیں سونپا بلکہ انہوں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبے اور نیک نیتی سے یزید کو اس منصب کا اہل سمجھ کر یہ فیصلہ فرمایا تھا''۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۸۰)

چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مملکت کے تمام لوگوں نے یزید کی (ولی عہدی) بیعت کی۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۷۹) علامہ ابن کثیرؒ اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں تمام شہروں میں یزید کی بیعت ...

اختلاف کی گئی نیز تمام مملکت سے وفود یزید کی بیعت کے لئے آئے پھر تقریباً 5 سال یزید ولی عہدی کے منصب پر فائز رہا۔ بالآخر ۲۲ رجب ۶۰ھ کو حضرت معاویہؓ نے انتقال فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ج ص ۳۲۹/۱)

وفات معاویہؓ کے بعد اسلامی ریاست کے تمام شہروں کے مسلمانوں اور مکہ و مدینہ میں بسنے والے اصحاب رسول اور تابعین نے یزید کی بیعت خلافت کر لی۔ اکابر صحابہؓ نے اپنے متعلقین اور رشتہ داروں کو بھی بیعت کرنے کی تلقین کی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ وفات معاویہؓ کی خبر سن کر رو پڑے اور فرمایا۔

ترجمہ:۔ بے شک معاویہؓ کا بیٹا یزید اپنے خاندان کے نیک لوگوں میں سے ہے۔ تم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنا اطاعت کرنا اور بیعت میں شامل ہونا۔

(الانساب والاشراف ج ص ۴/۴)

پھر عبداللہ بن عباسؓ (گورنر مکہ خالد بن عاص) کے ہاں تشریف لے گئے اور یزید کی بیعت کر لی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ ہم یزید کی بیعت اللہ اور اس کے رسول کے مطابق کر چکے ہیں.......... جس نے اس کو توڑا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۵۳)

ان کے علاوہ جن مشہور اصحاب رسولؐ اور امہات المؤمنین نے یزید کی بیعت کر لی تھی بیعت ولی عہدی یا بیعت خلافت ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ارقمؓ، حضرت اسامہؓ بن زید، حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری، حضرت کعبؓ بن عمرو انصاری، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابر بن عتیک انصاری حضرت مالک بن ربیعہ، حضرت ثابت بن ضحاک، حضرت ابو واقد لیثی، حضرت ابوقتادہ انصاری، حضرت رافع بن خدیج حضرت قیس بن سعد، حضرت عثمانؓ بن حنیف، حضرت ابوسعید خدری، حضرت زید بن ارقم، حضرت صفوان بن معطل حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت معقل بن یسار، حضرت عوف بن مالک، حضرت حکیم بن حزام، حضرت عدی بن حاتم، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت سمرہ بن جندب، حضرت ولید بن عقبہ، حضرت سعید بن العاص، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ضحاک بن قیس، حضرت معاویہ بن خدیج، حضرت عبیداللہ بن عباس، حضرت مالک بن حویرث، حضرت شداد بن اوس، حضرت محمد بن ربیع (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور ان کے علاوہ سینکڑوں مشہور و معروف صحابہؓ شامل تھے غرض یہ کہ تین وسیع و عریض براعظموں میں پھیلی ہوئی کروڑوں افراد پر مشتمل جماعت مسلمین میں سے بیعت ولی عہدی کے موقع پر صرف پانچ حضرات نے اور بیعت خلافت کے موقع پر صرف دو (۲) حضرات نے اور بالآخر صرف حضرت سیدنا ابن زبیرؓ نے بیعت یزید سے انکار کیا۔ (حضرت سیدنا حسینؓ بھی بیعت پر آمادہ ہو گئے تھے تفصیل آپ آگے پڑھ لیں گے)۔

تعجب ہے کہ جس یزید پر سوائے ایک شخص کے اس وقت کی پوری امت متفق ہو گئی تھی اُسے کافر زانی شرابی فاسق فاجر دشمن اسلام باطل پرست کہتے ہوئے لوگوں کی زبان ذرا بھی نہیں کانپتی اور ان کا ضمیر انہیں ملامت بھی نہیں کرتا اور ان سے زیادہ تعجب ان اہل سنت کہلانے والے علماء اور عوام پر ہے جو اصحاب رسول کے دفاع اور عظمت کے مشن پر مر مٹنے کا جذبہ رکھتے ہیں اور پھر اہل تشیع کے مذموم پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یزید کی شخصیت کو گالی کے مترادف سمجھ بیٹھے ہیں۔ کیا ہم ان سے دست بستہ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ یزید اگر واقعی ایسا تھا جس طرح تاریخ کی جھوٹی روایات میں آپ نے دیکھا اور پھر اپنا ایمان بنا لیا تو پھر ان سینکڑوں اصحاب رسول کی پوزیشن کیا ہوگی؟ جنہوں نے اس کے ہاتھ پر ولی عہدی اور بیعت خلافت کر لی تھی؟ پھر امیر معاویہؓ کی امانت و دیانت کی ضمانت کون دے گا جنہوں نے شرابی بیٹے کو امت پر زبردستی مسلط کر دیا تھا؟ پھر حضرت حسینؓ کی شجاعت و بہادری اور استقامت کا دفاع کس طرح کرو گے جنہوں نے اَضَعُ یَدِی فِی یَدِ یَزِید (میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دینے کے لئے تیار ہوں")

..........کہہ کر تمہارا منہ کالا کر دیا۔ خدا کی پناہ ہم سیدنا حسینؓ کی نام نہاد محبت کی آڑ میں یزید کو گالیاں نکال کر اصحاب رسول کی مقدس جماعت کے اجلی اور پاکیزہ دامن کو داغدار کرنے کی کوششوں میں اہل تشیع کی ہم نوائی نہیں کر سکتے ہم اہل تشیع کی ہر اس سازش کو بے نقاب کریں گے جس کے ذریعے وہ اصحاب رسول کی امانت و دیانت کو مجروح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

واقعہ کربلا:۔

سیدنا معاویہؓ کی وفات کے بعد پوری امت یزید کی بیعت پر متفق ہو گئی تھی صرف حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ نے گورنر مدینہ سے کچھ سوچنے کی مہلت مانگی اور مکہ مکرمہ آ گئے تقریباً چار ماہ حضرت حسینؓ مکہ مکرمہ میں رہے ان چار مہینوں میں آپ نے کسی موقع پر یہ نہیں فرمایا کہ یزید زانی اور شرابی ہے اس نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اس لئے میں اس کی بیعت نہیں کرونگا۔ حضرت حسینؓ نے کسی سے یہ اپیل نہیں کی کہ میرا ساتھ دو۔ میں یزید کا تختہ الٹ دینا چاہتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کو یزید کے کردار و افعال سے کوئی شکایت نہیں تھی بلکہ وہ شیعان کوفہ کی وفاداری پر اعتماد کر بیٹھے تھے جنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھ کر آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی اور لکھا کہ ایک لاکھ سے زائد جانثار آپ کے اشارہ آبرو پر کٹ مرنے کو تیار ہیں یہ پر فریب خطوط حضرت حسینؓ کے کوفہ جانے کا سبب بنے ورنہ ہم اہلسنت یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ نواسہ رسولؐ خاندانی رقابت اور تعصب، دنیوی مفاد اور محض حکومت و اقتدار کی طلب کے لئے پریشان ہو۔ بلکہ وہ نیک نیتی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبہ کے تحت سمجھ رہے تھے کہ جس حد تک یزید مملکت اسلامیہ کو چلانے کا حق ادا کر سکتا ہے میں اس سے بہتر مملکت کو اسلامی خطوط پر چلا سکتا ہوں۔

حضرت حسینؓ کو کوفہ بلانے کے لئے پہلی میٹنگ سلیمان بن صرد جو غالی شیعہ تھا۔ اس کے گھر ہوئی اور طے پایا کہ حضرت حسینؓ کو خط لکھ کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا جائے اور انہیں کوفہ آنے کی دعوت دی جائے پھر حضرت حسینؓ کی آڑ میں مسلمانوں کی متفقہ حکومت میں اختلاف و انتشار کا بیج بویا جائے اس طرح مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جائے گی چنانچہ جتنے خطوط تحریر کئے گئے ان میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

ایں نامہ است بسوئے حسینؓ از جانب سائر شیعان و مومنان اہل کوفہ (جلاء العیون) شیعان کوفہ کے ان خطوط کے جواب میں حضرت حسینؓ نے جو خطوط تحریر کئے ان میں یہ لفظ موجود ہیں۔

ایں نامہ است بسوئے شیعان کوفہ از جانب حسینؓ

(جلاء العیون)

ان دو طرفہ خطوط سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت سیدنا حسینؓ کو کوفہ بلانے والے شیعہ تھے۔ (اس بات کو ذہن میں رکھیے یہی بات قاتلین حسینؓ کی تلاش میں کام آئے گی)۔

حضرت حسینؓ نے ان خطوط کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو شیعان کوفہ نے ساٹھ (٦٠) ہوشیار آدمیوں پر مشتمل وفد آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جنہوں نے چاپلوسانہ گفتگو کے ذریعہ حضرت حسینؓ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ چنانچہ آپ کوفہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

مسلم بن عقیل کی روانگی:۔

حضرت حسینؓ نے ابتدائی تحقیق کے لئے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا شیعان کوفہ نے بڑی گرم جوشی سے انکا استقبال کیا۔

انہوں نے توقع سے زیادہ اپنی پذیرائی دیکھی تو حضرت حسینؓ کو اطلاع دی کہ یہ لوگ اپنے عہد میں سچے ہیں آپ فوراً کوفہ تشریف لائیں حضرت حسینؓ اپنے کنبہ کے چند افراد کے ساتھ کوفہ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ اصحاب رسولؐ اور قریبی رشتہ داروں نے آپ کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ حضرت ابو سعید خدری، حضرت محمدؒ بن علیؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے سمجھایا کہ جن کوفیوں کی دعوت پر جا رہے ہیں وہ غدار ہیں انہوں نے آپ کے والد گرامی سے بدعہدی کی اور انہیں قتل کر دیا۔ پھر آپ کے بھائی حضرت حسنؓ سے بے وفائی کی اور انہیں خنجر مارے یہ تمام حضرات حضرت حسینؓ کو سمجھا رہے تھے کہ یزید کی بیعت پورے عالم اسلام میں ہو چکی ہے اور یہ شرارتی انتشار و افتراق کی فضا پیدا کرنے کے لئے آپ کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

مگر حضرت حسینؓ چونکہ نیک نیتی کے ساتھ فیصلہ فرما چکے تھے اور اپنے کنبہ کے چند افراد بچوں، مستورات اور ساٹھ کوفیوں کے ساتھ ۱۰ ذوالحجہ کو عازم کوفہ ہوئے۔ (مکہ سے کربلا تیس منزلوں کہ فاصلے پر ہے قافلہ ہر روز ایک منزل طے کر سکتا ہے اس طرح قافلہ حسینی ۱۰ محرم کو کربلا پہنچا)۔

راستہ میں تعلبیہ کے مقام پر آپ کو اطلاع ملی کہ مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا گیا ہے اور ایک خط مسلم کا آپ کے نام پہنچا جس میں تحریر تھا کہ "واپس پلٹ جاؤ۔ کوفیوں کے فریب میں نہ آنا یہ جھوٹے اور غدار ہیں۔" (تاریخ التواریخ طبری ص ۲۱۱، جلاء العیون)

حضرت حسینؓ ان حالات پر مطلع ہوئے تو واپس جانا چاہا (عمدۃ المطالب) مگر برادران مسلم آڑے آ گئے کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک اپنے بھائی مسلم کا بدلہ نہیں لے لیتے (جلاء العیون ج ۱ ص ۲۶۳) حضرت حسینؓ مسلم کے بھائیوں کے سامنے بے بس ہو کر سفر جاری رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس منزل سے آگے جو سفر آپؓ نے فرمایا اس کا مقصد مسلم کے قتل کا بدلہ لینا تھا اور بس۔

حضرت حسینؓ نے سفر جاری رکھا۔ لیکن تذبذب کا شکار رہے بار بار حضرت مسلمؒ کے قتل، کوفیوں کی بے وفائی اور اکابر صحابہؓ کی باتیں یاد آتی تھیں۔ چلتے چلتے جب اس مقام پر پہنچے جہاں سے ایک راستہ کوفہ اور دوسرا راستہ دمشق جا رہا تھا یہاں ابن سعد کی قیادت میں فوج کا ایک دستہ آپ کو ملتا ہے ابن سعد رشتہ میں آپ کے نانا لگتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ شیعان کوفہ غدار، دغاباز، بے وفا اور مکار ہیں وہ آپ کو استعمال کر کے اسلام کے برآور درخت کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتے ہیں حضرت حسینؓ متذبذب تو پہلے ہی تھے ابن سعد کی مفید باتیں سنیں تو مزید انکشاف ہوا۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ کوفہ کے جن سرداروں کے خطوط میرے پاس ہیں وہی غدار ابن سعد کے دستہ میں شامل ہیں یہاں حضرت حسینؓ نے ان غداروں کے سامنے ان کے لکھے ہوئے خطوط کا تذکرہ فرمایا کہ تم ہی نے مجھے بلایا اور آج تم ہی یزید کی فوج میں شامل ہو تو انہوں نے قسمیں اٹھا کر اپنی برأت کا اظہار کر دیا کہ نہ ہم نے خط لکھے ہیں نہ ہم نے آپ کو بلایا۔

حضرت حسینؓ کی تین شرائط:۔

پہلی شرط مجھے واپس جانے دو دوسری شرط مجھے اسلام کی سرحدوں پر پہنچا دو تا کہ کفار سے جنگ کر سکوں تیسری شرط مجھے یزید کے ہاں لے چلو تا کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں اور بیعت کر لوں۔

یہ تین شرائط خصوصاً آخری شرط کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہوں مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔ کتاب الشافی شیعہ ج ص ۱/۱۷۱۔ مقاتل الطالبین شیعہ ص ۷۵، ناسخ التواریخ شیعہ ج ٦ ص ۲۳۷ الارشاد شیعہ ص ۲۰۱، اعلام الوریٰ شیعہ ص ۲۳۳، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۳، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۰، ابن خلدون ص ۴۵۱، تاریخ کامل ج ۴ ص ۲۴۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع مرحومؒ جانشین مولانا تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت حسینؓ کو جب معلوم ہو گیا کہ یزید کا تسلط پوری طرح قائم ہو چکا ہے تو سلطان متغلب کی حیثیت سے وہ اس کے ہاتھ پر بیعت کے لئے رضامند ہو گئے تھے (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۱۱۲)

مولانا اللہ یار خان چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ یزید سے بیعت کرنے پر راضی تھے مگر فوج نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ (قاتل حسینؓ کون ص ۱٦)

حضرت حسینؓ کی طرف سے پیش ہونے والی تین شرائط پر ضد اور تعصب سے کنارہ کش ہو کر غور فرمائیں تو ان میں سے ہر شرط یہ واضح کر رہی ہے کہ حضرت حسینؓ اس مقام پر ایک مرتبہ پھر نیک نیتی سے اپنے موقف سے رجوع فرما رہے ہیں اور اسی طرح ان شرائط میں سے اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ کربلا کا معرکہ کفر و اسلام کا معرکہ نہیں تھا۔ یہ حق و باطل کی جنگ نہیں تھی وہ سنی جن کے منہ میں شیعہ کی زبان حرکت کرتی ہے وہ شیعوں کے اُگلے ہوئے لقمے استعمال کر کے یزید کو کافر اور بدکردار ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں وہ ذرا زیادہ غور فرمائیں کہ یزید اگر واقعی دشمن اسلام اور بدکردار تھا۔ تو سیدنا حسینؓ جو مکہ و مدینہ میں بیعت کے لئے راضی نہیں تھے وہ آج کوفہ سے چند میل کے فاصلہ پر کیوں فرما رہے ہیں کہ مجھے یزید کے ہاں لے چلو میں اس کی بیعت کے لئے تیار ہوں کیا حضرت حسینؓ ایک کافر اور بدکردار کی بیعت کرنا چاہتے تھے؟ کیا حضرت حسینؓ دشمن اسلام، زانی، شرابی کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے تھے؟ ہم اہلسنت اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسینؓ نے یزید کو کبھی بدکردار فاسق فاجر نہیں سمجھا اور نہ سفر کوفہ کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یزید چونکہ زانی اور شرابی ہے اس لئے میں اس کا تختہ الٹ دینا چاہتا ہوں دنیا کا کوئی شیعہ یا شیعوں کا کوئی ایجنٹ حضرت حسینؓ کا کوئی بیان کوئی خطبہ یا نجی مجلس کی گفتگو پیش نہیں کر سکتا کہ انہوں نے اپنے سفر کا سبب یزید کا کفر اور کردار بد بتایا ہو بلکہ حضرت حسینؓ کی طرف سے پیش کی

جانے والی دوسری شرط پر غور فرمائیے کہ "مجھے مسلمانوں کی سرحدوں میں کسی سرحد پر جانے دو تا کہ دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں"

کیا اس شرط نے یزید کی حکومت کو ایک اسلامی حکومت ثابت نہیں کر دیا؟ عقل و علم سے تہی دامن جو اب کربلا کے معرکہ کو کفر و اسلام کا معرکہ ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دین خطرے میں تھا اور حضرت حسینؓ تنہا دین کو بچانے کے لئے نکلے تھے ان سے دست بستہ گزارش ہے کہ وہ سیدنا حسینؓ کے بے داغ دامن کو داغدار کر کے ان کی اعلیٰ و ارفع پوزیشن خراب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضرت حسینؓ یزید کو بد کردار نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ تو شیعان کوفہ پر اعتماد کر کے یہاں تک پہنچ گئے تھے پھر حقیقت حال واضح ہوئی تو حضرت حسینؓ نے نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اپنے موقف سے رجوع فرما لیا۔

چنانچہ ابن زیاد نے ابن سعد کی اطلاع پر سیدنا حسینؓ کی تیسری شرط منظور کر لی۔ (الامامۃ والسیاسۃ ص ج ۶/۲) اور اس طرح حضرت حسینؓ کوفہ کے بجائے دمشق کی راہ پر چل پڑے ابن سعد کا حفاظتی دستہ ہمراہ تھا اور وہ ساٹھ کوفی بھی ہمراہ تھے جو آپؓ کو چاپلوسی کر کے مکہ مکرمہ سے یہاں تک لائے تھے یہ لوگ بار بار حضرت حسینؓ کو دمشق جانے سے روک رہے تھے لیکن اب حضرت حسینؓ ان کی مکاری سے آگاہ ہو گئے تھے آپؓ نے ان کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"افسوس تم وہی لوگ ہو جنہوں نے میرے والد کو دھوکہ میں رکھا اور پھر شہید کر دیا میرے بھائی کو زخمی کر دیا مسلم بن عقیل کو بھی شہید کر دیا جو تمہارے دھوکہ میں آئے بڑا احمق ہے"۔ (جلاء العیون)

جب ان شرارتیوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت حسینؓ ہمارے ہاتھ سے نکل رہے ہیں اور وہ یزید کے ہاں ضرور جانا چاہتے ہیں اور ان کو یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ یہ یزید کے پاس پہنچ گئے تو دونوں کی صلح ہو گئی اور بیعت خلافت ہو گئی تو ہمارے لکھے ہوئے ہزاروں خط بھی یزید کے سامنے آ جائیں گے اور مکر و فریب سے بنا ہوا ہمارا جال بھی تار تار ہو جائے گا ہماری تمام سازشیں بے نقاب ہو جائیں گی پھر ہم پر غداری کا کیس چلے گا یہی خطوط بطور ثبوت پیش ہونگے انہیں جلاد کی تلوار نظر آ رہی تھی اس لئے انہوں نے مشورہ کیا کہ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ حضرت حسینؓ کو کسی طرح بھی یزید تک نہ پہنچنے دیا جائے بلکہ راستے ہی میں قتل کر دیا جائے اور ان خطوط کو ضائع کر دیا جائے تو قتل حسینؓ کا الزام یزید اور اس کی فوج پر عائد ہو گا اور ہم صاف بچ نکلیں گے گویا ایک تیر سے دو (۲) شکار کرنا چاہتے تھے ان شرارتیوں کے کچھ ساتھی ابن سعد کی فوج میں شامل تھے جن کو حضرت حسینؓ نے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم لوگوں نے مجھے کوفہ آنے کی دعوت دی اور تم خود سرکاری فوج میں شامل ہو گئے، اس طرح اس سازش میں ساٹھ کوفی جو آپ کے ساتھ آ رہے تھے وہ بھی شامل تھے اور ابن سعد کی فوج میں بھی ان کے ایجنٹ موجود تھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے قافلہ کے ساتھ ۱۰ محرم کو کربلا کے مقام پر پہنچ گئے، قافلہ نے پڑاؤ ڈالا۔

قافلہ میں مستورات بھی تھیں اس لئے ابن سعد کے دستہ نے کچھ فاصلہ پر خیمے لگا لئے شیعان کوفہ نے اس جگہ کو اپنے خطرناک اور مذموم عزائم کو پورا کرنے کے لئے مناسب جانا عصر کی نماز کے بعد حضرت حسینؓ کے ساتھ آنے والے ساٹھ کوفیوں اور شیعان کوفہ جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خطوط لکھے تھے۔ یکبارگی حضرت حسینؓ پر حملہ کر دیا۔ خطوط ضائع کرنے کے لئے خیموں کو آگ لگا دی عورتیں آگ لگے خیموں سے باہر آ گئیں۔ شور و غل کو سن کر ابن سعد موقع پر پہنچے مگر شیعان کوفہ کی سازش اور مکروہ کارروائی اپنا کام دکھا چکی تھی۔ حضرت حسینؓ اپنے ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش فرما چکے تھے ابن سعد کی فوج نے ان شیعان کوفی غداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

قارئین گرامی! واقعہ کربلا کی صحیح تصویر اور اصل حقیقت آپ نے ملاحظہ فرمائی عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حضرت حسینؓ اس لئے شہید ہوئے کہ وہ بیعت یزید سے انکاری تھے حالانکہ حقائق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ سیدنا حسنؓ کو اس لئے شہید کیا گیا کہ آپؓ بیعت یزید پر راضی ہو گئے تھے لیکن شیعان کوفہ آڑے آ گئے۔

اور خانوادہ علیؓ کو انتہائی بے دردی سے سفاکی اور بے رحمی سے شہید کر دیا یہ ہے واقعہ کربلا کی صحیح تصویر نہ پانی بند ہوا نہ سیدنا عباسؓ علمبردار کو فرات کے چکر لگانے پڑے نہ قاسم کی شادی کے افسانے نہ حضرت حسینؓ کے ہاتھوں ہزاروں فوجیوں کا قتل نہ حسینی قافلہ کی لاشوں کی پامالی، نہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہ پاؤں میں بیڑیاں نہ مستورات کی گرفتاری نہ درباروں میں پیشی، نہ سروں سے چادروں کا اتار۔ نہ بالیوں کا نوچنا نہ مستورات کی اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر سواری نہ گھوڑے کی اُداسیاں نہ دلدل کے آنسو، نہ آسمان سے خون کی بارش، نہ زمین پر زلزلہ، افق پر خون کی سرخی نہ چاند کی بے نوری یہ سب بے سروپا داستانیں اور افسانے ہیں سب افسانے ایک شیعہ لوط بن یحییٰ نے اپنی کتاب مقتل حسین میں بیان کئے بعد میں آنے والے مؤرخین نے آنکھیں بند کر کے ان افسانوں کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا۔ اور پھر آج کے ذاکر قسم کے واعظین پیشہ ور مقررین نے مکھی پہ مکھی مارتے ہوئے ان افسانوں کو زیب داستاں کے لئے اسٹیج کی زینت بنا دیا۔

کیا کربلا میں پانی تھا:۔

حسینی قافلہ ۱۰ محرم کو کربلا پہنچا، اس روز شیعان کوفہ کے ہاتھوں شہید ہو گیا آج ہر واعظ اور ذاکر بیان کرتا ہے کہ قافلہ یکم محرم کو کربلا پہنچا تھا اور دس دن تک ان پر پانی بند رہا آیئے شیعہ کتب کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔

۷ محرم کو حضرت حسینؓ کے ساتھیوں پر پانی کی تنگی ہوئی تو حضرت حسینؓ بیلچہ لے کر خیمہ کے پیچھے گئے پھر اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو ایک چشمہ میٹھا پانی بہنے لگا سب نے پیا اور مشکیں بھر لیں۔ (جلاء العیون ص ۴۵۹)

یہی مصنف دوسری جگہ تحریر کرتا ہے۔

۱۰ محرم کی شب حضرت حسینؓ نے فرات سے پانی منگوایا اور ساتھیوں کو پلایا (جلاء العیون)

۱۰ محرم کو حضرت حسینؓ لڑتے لڑتے فرات پہنچ گئے اور گھوڑا پانی میں ڈال دیا (جلاء العیون)

ایک اور شیعہ مصنف خلاصۃ المصائب ص ۱۴۳ پر تحریر کرتا ہے حضرت حسینؓ نے زخمی حالت میں آواز دی کوئی ہے جو مجھ کو پانی پلائے ابن سعد کی فوج میں ایک درویش نکلا اس کے ہاتھ میں پانی کا ڈول تھا اس نے پانی پیش کیا حضرت حسینؓ اس درویش کو خدا کی قدرت دکھانے کے لئے اپنے خیمے میں لائے اور ایک گڑھا کھودا اس میں سے پانی نکالا پھر فرمایا ہم پانی کے محتاج نہیں صرف ظالموں پر اتمام حجت کرتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی موجود تھا تو پھر بچے پیاسے نہ رہے۔

قاتلان حسین کی شناخت:۔

شیعہ کی معتبر کتب سے چند حوالے تحریر کیے جاتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کا بیان:۔

حضرت حسینؓ کو جس وقت مسلم بن عقیل کے قتل کی اطلاع ملی تو فرمایا۔

☆ ہمیں خبر ملی ہے کہ مسلم کو شہید کر دیا گیا اور ہمارے شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا (جلاء العیون)

☆ کوفہ کے لوگوں نے مجھے بلایا یہاں کے خطوط ہیں اب یہی میرے قتل کے درپے ہیں۔ (ناسخ التواریخ ص ۱۵۹)

☆ اے کوفیو! تمہاری دعوت پر ہم آئے تو تم نے ابن زیاد کے حوالے کر دیا اور فرات کا پانی ہم پر بند کر دیا۔ (ناسخ التواریخ ص ۳۳۵)

☆ انہیں لوگوں (کوفیوں) نے دعوت دے کر مجھے بلایا جب ہم آئے تو انہوں نے ہم سے دشمنی کی اور قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے (خلاصۃ المصائب ص ۱۱۵)

حضرت علی بن حسینؓ (زین العابدین) کا بیان:۔

جب زین العابدینؓ اپنی مستورات کے ہمراہ کربلا سے واپس آ رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ اہل کوفہ کی عورتیں اپنے گریبان چاک کر کے ماتم اور بین کرنے لگیں کوفہ کے مرد بھی آنسو بہا رہے ہیں یہ منظر دیکھ کر زین العابدین نے فرمایا:

☆ کوفہ کے یہ لوگ روتے ہیں مگر ہمیں ان کے سوا کس نے قتل کیا ہے۔ (احتجاج طبرسی ص ۱۵۸)

حضرت زین العابدین کا ایک خطاب ملاحظہ فرمایئے:

☆ اے کوفیو! میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم نے میرے والد کو خط لکھے اور ان کو فریب دیا ان کو بیعت کا پختہ عہد دیا پھر تم نے ان سے لڑائی کی اور رسوا کیا۔ ہلاکت ہو تمہارے لئے تم کس آنکھ سے اپنے نبی ﷺ کو دیکھو گے جب وہ فرمائیں گے تم نے میری اولاد کو قتل کیا پھر ہجوم سے رونے کی آواز بلند ہوئی اور وہ ایک دوسرے کو بددعا دینے لگے اور کہنے لگے کہ تم تباہ و برباد ہو گئے ہو۔ (گویا خود کوفیوں نے قتل حسینؓ کا اعتراف کر لیا)۔ (احتجاج طبرسی ص ۱۵۹)

حضرت زینب بنت علیؓ کا بیان:۔

واقعہ کربلا کی عینی گواہ سیدنا حسینؓ کی ہمشیرہ حضرت زینب نے فرمایا:

اے کوفیو! غدارو! مکارو! تم ہم پر روتے ہو حالانکہ خود تم نے ہمیں قتل کیا ہے اے اہل کوفہ تم پر لعنت ہو تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا۔ اور پردہ دار اہل بیت کو بے پردہ کیا کس قدر فرزند رسول کی تم نے خون ریزی کی (جلاء العیون)

حضرت فاطمہ بنت حسینؓ کا بیان:۔

حضرت حسینؓ کی لخت جگر نے کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

کوفیو! غدارو! مکارو! تم نے ہمارے قتل کو حلال سمجھا اور ہمارے مال تم نے مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لئے جس طرح تم نے کل ہمارے دادا علیؓ کو قتل کیا تھا تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے۔

(احتجاج طبرسی ص ۱۵۷)

قارئین گرامی! حضرت زین العابدین حضرت زینب بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت حسینؓ کے بیانات سے واضح ہو گیا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت حسینؓ کو دعوت دے کر بلایا تھا ان ہی نے تلواریں سونت لیں۔ اور قافلہ حسینیؓ کو تہہ تیغ کر دیا۔ بلکہ حضرت فاطمہ بنت حسینؓ کے بیان سے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ کے قاتل بھی یہی شیعان کوفہ تھے۔

حضرت اُم کلثوم بنت علیؓ کا بیان:۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کی نور نظر حضرت ام کلثومؓ نے فرمایا:

کوفیو! تمہارا برا ہو تم نے حسینؓ کو دھوکہ دیا اور تم نے حسینؓ کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹا خواتین کو قیدی بنایا۔ اب تم روتے ہو تم برباد ہو جاؤ تم نے کس کو قتل کیا؟ (ناسخ التواریخ ص ۳۰۱)

حضرت محمد باقر کا بیان:۔

حضرت زین العابدینؓ کے فرزند حضرت باقرؒ فرماتے ہیں:

کوفیوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کی پھر بیعت توڑ دی اور ان کو شہید کر دیا پھر ان کے فرزند حضرت حسنؓ سے بیعت کی اور ان سے دھوکا کیا خنجر ان کے پہلو میں مارا پھر ہزاروں مرد عراقیوں نے حضرت حسینؓ کی بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر چلائی اور ابھی بیعت حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؓ کو شہید کر دیا۔ (جلاء العیون ص ۳۲۶)

قارئین کرام! آپ نے پڑھ لیا کہ خانوادہ علیؓ کے ایک ایک مرد نے قتل حسینؓ کا ذمہ دار شیعان کوفہ کو قرار دیا ہے ان بیانات کے بعد بھی جو شخص شیعوں کے سوا کسی اور کو اس واقعہ کا مجرم سمجھتا ہے تو اُسے خانوادہ علیؓ کے افراد پر اعتبار نہیں ہے اور وہ ان پاکیزہ صفت ہستیوں کا دشمن اور گستاخ ہے۔

شیعوں کا اعتراف جرم:۔

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب مجالس المومنین ص ۲۴۱ میں ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد شیعان کوفہ مل بیٹھے اور افسوس کرنے لگے کہ ہم نے حضرت حسینؓ کو بلایا۔ اور پھر تلواران پر کھینچی اور قافلہ حسینی پر ٹوٹنے والی تمام مصیبت ہماری غداری کا نتیجہ ہے پھر کہنے لگے۔ اب ہم اپنی بد کرداریوں پر شرمسار ہیں، اللہ کے سامنے توبہ کرنا چاہتے ہیں شاید وہ رحمت فرما کر ہماری توبہ قبول فرمالے۔ سلیمان بن صرد (یہ وہی بدبخت ہے جس کے گھر حضرت حسینؓ کو دعوت دینے کے بارے میں پہلا اجلاس ہوا تھا) نے کہا کہ سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم تلواریں ہاتھ میں لے کر ایک دوسرے کو قتل کریں جس طرح بنی اسرائیل نے کیا تھا۔ اور ان کی توبہ قبول ہوئی تھی یہ کہہ کر تمام شیعہ توبہ کرتے ہوئے رانو کے بل گر پڑے۔

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا
صدہا ارمانوں سے جس نے مجھے قتل کیا
قتل کے بعد کوئی دیکھے ندامت اُن کی

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ حسینی قافلہ کے قاتل شیعان کوفہ تھے انہوں نے خود اقرار جرم کر لیا ہے۔

سیدنا حسین اور دیگر افراد کی المناک شہادت کے بعد قافلہ کے بچے اور عورتیں یزید کے پاس پہنچے اس نے کئی روز تک انہیں اپنا مہمان رکھا اس اندوہناک سانحہ پر ان کی حوصلہ افزائی کر کے حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچایا۔ اور اس واقعہ کے ذمہ دار کوفیوں کو عبرتناک سزائیں دیں۔

(از افادہ: کتاب واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر)

اپنی تجارت کو فروغ دیں

ماہنامہ خلافت راشدہ میں اشتہار دے کر آپ اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ یہ ایک طرح سے تحفظ ناموس صحابہؓ کے مشن سے بھی تعاون ہوگا۔

خمینی نے مجھے خاص مشن کیلئے پاکستان بھیجا تھا

سابق شیعہ مجتہد سید امیر رضا شاہ قمی سے خصوصی انٹرویو

انٹرویو نگار: ابو عثمان فاروقی

سید امیر رضا شاہ رافضی مذہب کے بہت بڑے مجتہد تھے جنہوں نے ۵ سال تک ابتدائی تعلیم جامعہ المنتظر لاہور سے حاصل کی اعلیٰ تعلیم کے لئے قم یونیورسٹی ایران میں داخل ہوئے وہاں ۱۲ سال بعد رافضی مذہب کی سب سے بڑی ڈگری حاصل کر کے مجتہد بن گئے۔ ایک سال قم یونیورسٹی ایران میں بطور استاد خدمات انجام دیں۔ ایران کے رافضی انقلاب کے بعد خاص مقصد کے لئے انہیں پاکستان بھیجا گیا۔ پاکستان میں انہوں نے رافضی راہنما علامہ عارف الحسینی کے ساتھ مل کر اتحاد بین المسلمین کے نام سے رافضی انقلاب کا راستہ ہموار کرنے کے مشن پر کام کیا۔ عارف الحسینی کے قتل کی ایف آئی آر میں بطور گواہ ان کا نام درج ہے۔ ہدایت کی روشنی پانے کے بعد انہوں نے اپنے انٹرویو میں بہت سے راز افشاء کئے۔ ایران کی رافضی حکومت کے خفیہ عزائم سے پردہ اٹھایا۔ آیت اللہ خمینی کا اصل روپ ظاہر کیا۔ ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والے حقائق بیان کئے اور دل ہلا دینے والی داستانیں صفحۂ قرطاس پر رقم کر کے مولانا حق نواز جھنگوی کے مشن کی سچائیاں روز روشن کی طرح عیاں کر دی ہیں۔

علامہ نجم الحسن کراروی کے کہنے پر مجھے جامعہ المنتظر میں داخل کرا دیا گیا جہاں پانچ سال تک تعلیم حاصل کی، المنتظر کے اساتذہ کے کہنے پر مجھے قم یونیورسٹی ایران بھیجا گیا

میرا تعلق رافضی مذہب کے پیروکار انتہائی متمول خاندان سے ہے جو کہ جامعہ عارف الحسینی مدینہ کالونی پشاور کے پہلو میں آباد ہے۔ میرے والد محترم سید نور احمد شاہ مالدار تجارت پیشہ آدمی تھے۔ میری پیدائش ۱۹۵۴ء کو پشاور میں ہوئی۔ پرائمری تک تعلیم رسالدار پرائمری سکول امام بارگاہ سے حاصل کی۔ اس دور کے بہت بڑے رافضی ذاکر سید نجم الحسن کراروی کے ساتھ والد صاحب کی خاص عقیدت تھی والد صاحب نے اس دور میں امام بارگاہ کی تعمیر کے لئے پانچ لاکھ روپے کی خطیر رقم بطور چندہ عنایت کی تو علامہ کراروی نے میرے والد سے کہا کہ آپ اس بچے کو رافضی مذہب کی تعلیم دلائیں۔ میرے والد مجھے رافضی عالم بنانے پر تیار ہو گئے۔ علامہ سید نجم الحسن کراروی نے ۱۹۶۷ء میں مجھے جامعہ المنتظر لاہور میں داخل کرا دیا۔ لاہور سے میں نے پانچ سال تک ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ میری ذہانت اور تعلیم میں دلچسپی دیکھتے ہوئے اساتذہ نے میرے والد محترم کو مجھے اعلیٰ تعلیم کیلئے قم یونیورسٹی ایران بھیجنے کا مشورہ دیا۔ ۱۹۷۲ء میں مجھے اعلیٰ تعلیم کے لئے قم یونیورسٹی ایران میں داخل کرا دیا گیا۔

اس وقت ایران میں رضا شاہ پہلوی کی بادشاہت تھی۔ شاہ ایران کے دور میں مذہبی راہنماؤں کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہ تھی۔ ظلم و جبر کا دور دورہ تھا۔ آزادیٔ اظہار کا تصور بھی گناہ تھا۔ ایران کے عوام شاہی غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ جو عالم شاہ کے ظلم کی نشاندہی کرتا اس کو جیل میں ڈال دیا جاتا۔ حکومت کی مخالفت کی بنا پر درجنوں علماء کو اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھونے پڑے۔ حوزۂ علمیہ ایران کے استاد آیت اللہ خمینی بھی کئی دوسرے رافضی عالموں کی طرح شاہ کی حکومت کی مخالفت کی پاداش میں فرانس میں جلا وطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔

رضا شاہ پہلوی کے خلاف تحریک کے آغاز میں کوئی مذہبی عنصر شامل نہ تھا بعد میں اس تحریک کا رخ لاشیعہ ولاسنیہ اسلامیہ اسلامیہ جیسے خوشنما نعرہ کی طرف موڑ دیا گیا

شاہ کے خلاف تحریک کے آغاز میں کوئی مذہبی عنصر شامل نہ تھا بلکہ یہ تحریک خالص شاہ کے ظلم و جبر کے خلاف شروع ہوئی جس میں رافضی، سنی، عیسائی، یہودی، ہندو، بدھ سمیت تمام مذاہب کے پیروکار شامل تھے۔ آہستہ آہستہ اس تحریک کا رخ لارافضی ولاسنیہ اسلامیہ اسلامیہ جیسے خوشنما نعرہ کی طرف موڑ دیا گیا۔ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے نام پر لوگ اپنا جان، مال اور اولاد تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کے خلاف انقلابی تحریک کے پس منظر میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ دوسری جنگِ عظیم ۱۹۴۵ء سے ۱۹۷۵ء تک شہنشاہیت کا عروج کا دور تھا۔ اس دور میں جو اصلاحات ہوئیں انہیں "سفید انقلاب" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس انقلاب کے درج ذیل "انیس اصول" وقت کے ساتھ ساتھ مرتب ہوتے گئے یہی انقلابی اصول شاہ کے گلے کا پھندا بن گئے۔

۱)......زمین اسی کی جو کاشت کرتا ہے۔
۲)......جنگلوں اور چراگاہوں کو قومی ملکیت میں لینا۔
۳)......سرکاری کارخانوں کو فرضی ناموں سے شاہی خاندان کے افراد کی تحویل میں دینا۔
۴)......خواتین کیلئے انتخابات میں رائے دہی کا اعلان
۵)...... تعلیم بالغاں کے نام پر فحاشی کا فروغ۔
۶)......دیہات میں نرسوں کے ساتھ مردوں کی مخلوط تعیناتی۔
۷)......تعمیر و ترقی کے نام پر شاہ کی اقربا پروری۔
۸)......
۹)......دیہات میں پنچائتی نظام کے ذریعے حکومتی جاسوسی۔
۱۰)......پانی کی بہم رسانی کے نام پر لوگوں کو بے گھر کرنا۔
۱۱)......تعمیر و ترقی کے نام پر امریکی مداخلت قائم کرنا۔
۱۲)......اصلاحی تعلیمی نظام کے نام پر غیر مسلم افکار کو

ایران کے شیعہ انقلاب سے پہلے پاکستان میں شیعہ کے پاس سیاسی قیادت یا جماعت موجود نہ تھی، خمینی کی دعوت پر پاکستانی شیعہ علماء کا وفد ایران پہنچا اور مفتی جعفر حسین کو قائد ملت جعفریہ پاکستان نامزد کیا گیا اور پاکستان میں شیعہ انقلاب کا راستہ ہموار کرنے کے لئے کروڑوں روپے کے فنڈز دیئے گئے

فروغ دینا۔

۱۳)......ملٹی نیشنل کمپنیوں کی بہتات۔

۱۴)......مہنگائی اور بے روزگاری کے خاتمے کے نام پر غیر اسلامی سرگرمیوں کی ترویج۔

۱۵)......امریکی ذہنی غلامی کے لئے آٹھ سال کے بچوں کے لئے انگریزی کی لازمی اور مفت تعلیم۔

۱۶)......امریکی این جی اوز کی طرف سے ضرورت مند ماؤں اور نومولود بچوں کے لئے مفت خوراک کا نظام۔

۱۷)......سوشل سکیورٹی کے نام پر تمام ایرانیوں پر حکومتی کنٹرول۔

۱۸)......زمین، مکان کے لئے قرضوں کے نام پر سودی نظام کی ترویج۔

۱۹)......رشوت، بدعنوانی اور بے ایمانی کے نام پر امریکی افسران کو بھاری معاوضے پر حکومتی شعبوں پر مسلط کر دیا گیا۔

شاہ کے جانے کے بعد متعہ کو گھر گھر عام کر دیا جس سے فحاشی کا سیلاب اُمڈ آیا

اگرچہ اس سفید انقلاب نے ایران کو مادی ترقی اور خوشحالی میں آگے بڑھایا لیکن ایرانی عوام عیش پرستی، فحاشی میں بری طرح پھنس کر قحبہ خانوں کے دلدادہ ہو چکے تھے۔ اسلام سے بیزاری کھلے عام دیکھنے میں آنے لگی۔ پورے ملک میں امریکی تسلط کی جڑیں مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگیں۔

ملک کے اندر انصاب ہٹنا شروع ہو گیا اور لاقانونیت نے ڈیرے ڈال لئے۔ ایران کے عوام حکومتی ظلم وجبر کی چکی میں بری طرح پسنے لگے۔ ایسے وقت میں حکومت کے خلاف ذرا سی بات کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

یہی وہ وقت تھا جب شاہی حکومت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز عوام کے دل کی آواز بن گئی۔

ایران کا پورا مذہبی طبقہ شاہ کی ظالمانہ حکومت کا شدید مخالف تھا جو عالم حکومت پر تنقید کرتا اسے جیل میں ڈال دیا جاتا اور طرح طرح کی اذیتیں دے کر ہلاک کر دیا جاتا تھا۔

شاہ ایران نے حکومت کی مخالفت کے جرم میں بڑے بڑے دیگر علماء کی طرح رافضی پیشواء آیت اللہ خمینی کو بھی جلاوطن کر دیا۔

شاہ کے خلاف منظم جدوجہد کے دوران وہ فرانس میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔ انہوں نے فرانس و روس اور دیگر امریکہ مخالف حکومتوں کے تعاون سے شاہ کے خلاف تحریک کو کنٹرول کیا۔ میں اس وقت قم یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ اس تحریک میں ہماری یونیورسٹی کے طلبہ نے بھرپور جدوجہد کی۔ یہ تحریک کیا ایک طوفان تھا۔ جس نے چند ہی دنوں میں شاہ کا غرور ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ ہر مذہب، مسلک اور ہر طبقے کے لوگ اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے امریکہ کی پوری طاقت شاہ کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

تحریک کی کامیابی کے بعد خمینی کی فرانس سے آمد کا اعلان ہوا تو پورے ایران میں جشن کا سماں تھا ہر شخص خمینی کو اپنا رہبر اور نجات دہندہ سمجھ رہا تھا۔ اہلسنت کی تمام آبادی حتیٰ کہ تمام غیر مسلم بھی خمینی کو مسیحا کے روپ میں دیکھ رہے تھے۔ یکم فروری ۱۹۷۹ء کو خمینی ایران ایئرپورٹ پر اترا تو لاکھوں لوگ اس کا دیدار کرنے کے لئے بے چین تھے۔ خمینی کے ساتھ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ خمینی جس کار میں سوار ہوا۔ اس کو ہماری یونیورسٹی کے طالب علموں کے ایک گروپ نے سروں پر اٹھا لیا۔ خمینی کی کار اٹھانے والوں میں خود میں بھی شامل تھا ہم نے لمبے فاصلے تک کار کو سروں پر اٹھائے رکھا۔

شاہ کے خلاف تحریک کی کامیابی اور خمینی کی ایران آمد کے بعد اس تحریک کو انقلاب کا نام دے دیا گیا بعد میں سنیوں کو پیچھے کر کے یہ تحریک خالص رافضی انقلاب کے روپ میں ظاہر ہو گئی۔

ایران میں رافضی انقلاب کے بعد اہلسنت کی حالت زار سے متعلق سوال پر امیر رضا تقی نے فرمایا:

''ایران کے رافضی انقلاب سے پیشتر پورے تہران میں اہلسنت کی صرف ایک مسجد ہوا کرتی جسے شاہی مسجد کہا جاتا اس مسجد میں دیگر مسلم ممالک کے سفرا نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے اس مسجد کا پیش امام ایک مصری عالم تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں آ رہا وہ امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیا کرتا تھا۔ خمینی نے اقتدار سنبھالنے کے بعد پہلا حکم یہ جاری کیا کہ یہ مسجد چونکہ اہل بیت کے ساتھ بغض رکھنے والوں کی ہے اس لئے یہ مسجد فوری طور پر مسمار کر دی جائے۔ اس حکم کے بعد صرف ایک رات میں ہی یہ مسجد ملیامیٹ کر دی گئی۔ ملک بھر کے تمام سنی علماء کو پابند کر دیا گیا کہ جلسے اور جلوس تمہارے لئے ممنوع قرار دے دیئے گئے ہیں۔ خطبات جمعہ کے لئے لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگا دی گئی۔ جبکہ رافضی کے امام باڑے اس پابندی سے مستثنٰی رہے۔ جب سنیوں کی طرف سے اس پابندی کی وجہ دریافت کی گئی تو انہیں بیان گیا کہ چونکہ ایران میں رافضی کی اکثریت ہے اس وجہ سے سنیوں کے لاؤڈ سپیکر پر خطبات سے رافضی کی دل آزاری ہوتی ہے اس لئے تمہیں لاؤڈ سپیکر پر تقریر کی اجازت نہیں ہے۔

ایران کی فوج میں تمام سنی افسران کو گرفتار کر کے مختلف جیلوں میں اذیتیں دے دے کر قتل کر دیا گیا۔ بیوروکریسی کے بڑے بڑے سنی افسران کو خمینی کے حکمنامہ کے تحت بغیر کسی عدالت میں پیش کئے قتل کر دیا گیا۔

ایران کے آئین میں واضح طور پر یہ شق داخل کی گئی کہ کوئی سنی شخص کسی اعلیٰ حکومتی عہدے حتیٰ کہ کسی تھانے کا ایس ایچ او تک بننے کا اہل نہیں ہوگا۔ ایران کے آئین میں من مرضی سے ردوبدل کر کے اہلسنت کی تمام آبادی کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔

مفتی جعفر حسین نے جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلام آباد کا گھیراؤ کیا اور بزور طاقت اپنے مطالبات تسلیم کرائے

رافضی انقلاب سے پہلے شاہ ایران ۳۰ فیصد اہلسنت کو مکمل حقوق دیئے ہوئے تھے۔ زاہدان شہر کے مولانا عبدالعزیز جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے ریڈیو اسٹیشن زاہدان سے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں درس قرآن دیتے تھے۔ اردو پروگرام شام

خمینی نے اقتدار سنبھالتے ہی پہلا ... یا کہ "شاہی مسجد" کو مسمار کردیا جائے چنانچہ ایک ہی رات میں یہ مسجد شہید کردی گئی خطبات جمعہ کے لئے لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگادی گئی جبکہ شیعہ کے امام باڑے اس پابندی سے مستثنیٰ رہے

چے پاکستان میں بھی سنا جاتا تھا۔ رافضی انقلاب کے بعد خمینی نے یہ پروگرام بند کرادیا۔ شاہ نے رافضی کا لذت بخش متعہ قانونی طور پر بند کیا ہوا تھا شاہ ایران رافضی علماء اور عوام کو کہتا تھا کہ میں نے تمہارے لئے "گھرک" چکلے بنادیئے ہیں رقم دے کر اپنی خواہشات پوری کریں لیکن اسلام کے نام پر "متعہ" زنا نہ کریں۔ حکومت کو پتہ چلتا کہ کسی رافضی عالم نے متعہ کیا ہے تو اسے تین سال کے لئے جیل میں بند کردیا جاتا تھا۔ شاہ کے جانے کے بعد خمینی نے "گھرکوں" کو بند کرواکر متعہ کو گھر گھر عام کردیا۔

آیت اللہ خمینی سے ملاقات کے سوال پر امیر رضا قمی نے فرمایا۔ اس وقت میرے لئے خمینی کا درجہ ایک

ایران کی فوج میں سنی افسران کو گرفتار کیا گیا اور مختلف جیلوں میں اذیتیں دیکر قتل کردیا گیا

نائب امام کا تھا۔ اسلئے خمینی کے ساتھ انتہائی درجہ کی عقیدت کی وجہ سے ملاقات کا شرف ہمارے لئے کائنات کی سب سے بڑی نعمت تھی۔ میں نے ایران میں اپنے پانچ سالہ قیام کے دوران خمینی سے ۳۵ بار ملاقات کی۔ ان ملاقاتوں میں بعض خارجی امور سے متعلق مشاورت کی۔ ملاقاتیں تھیں۔

انقلاب کی کامیابی کے بعد خمینی کے عزائم سے متعلق سوال کے جواب میں امیر رضا قمی نے فرمایا۔

خمینی نے ایران کے اندر مکمل طور پر حکومتی گرفت کے بعد پوری دنیا میں رافضی انقلاب برآمد کرنے کے لئے بھرپور مہم شروع کردی۔ اس مقصد کے لئے پہلے مرحلے میں پوری دنیا کے تمام ممالک خصوصاً مسلمان ملکوں میں موجودہ رافضی آبادی کو متحرک کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ دوسرے مرحلے کا آغاز رافضی آبادی کی بیداری کے بعد ہونا تھا جس کے تحت رافضی آبادی کو مکمل طور پر مسلح کرکے مسلمان ملکوں کی حکومتوں پر مکمل کنٹرول حاصل کرنا تھا۔

پہلے مرحلے کے آغاز کے طور پر دیگر ملکوں کی طرح پاکستان اور ہندوستان سے رافضی علماء کو بھی ایران بلایا۔ اور انہیں پاکستان میں رافضی انقلاب برپا کرنے کا مشن سونپا گیا۔ ۱۹۷۹ء کے ایران کے رافضی انقلاب سے پہلے پاکستان میں رافضی کے پاس کوئی سیاسی قیادت یا جماعت موجود نہ تھی۔ اور نہ ہی کسی رافضی نے کبھی پاکستان میں رافضی انقلاب کے بارے میں سوچا تھا۔

خمینی کی دعوت پر پاکستان کے رافضی علماء کا وفد ایران پہنچا وہاں تین دن تک اجلاس ہوتا رہا۔ اس وقت میں بھی اس اجلاس میں شریک رہا اجلاس کے آخری دن خمینی نے خود پاکستان کے لئے مفتی جعفر حسین کو قائد ملت جعفریہ پاکستان نامزد کیا اور انہیں کروڑوں روپے کے فنڈز کے ساتھ پاکستان میں رافضی انقلاب کا راستہ ہموار کرنے کا مشن دیکر روانہ کیا۔

پاکستان پہنچنے کے بعد مفتی جعفر حسین نے غریب عوام، دینی جماعتوں اور رافضی علماء کو لاکھوں روپیہ تقسیم کرکے متحرک کردیا۔

ایرانی حکومت کی طرف سے تمام رقم صرف رافضی کے لئے ہی مخصوص نہ تھی بلکہ بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث علماء کے لئے بھی خصوصی فنڈ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ خاص طور پر جماعت اسلامی کے لئے ایک خطیر رقم مخصوص کی گئی تھی۔ اس وقت میری موجودگی میں اس رقم میں سے تقریباً نصف رقم کے خرد برد کے انکشافات بھی ہوئے تھے لیکن اسے حکومت کی طرف سے نظر انداز کردیا گیا۔

پاکستان میں مفتی جعفر حسین نے تمام رافضی کو اکٹھا کرکے جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں اسلام آباد کا گھیراؤ کرلیا اور اپنے مطالبات ڈنڈے کے زور پر منظور کرائے۔

ایران کے آئین میں ردوبدل کیا گیا اور تمام اہل سنت کی آبادی کو بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کردیا گیا

ایرانی حکومت نے سفارتخانوں کے ذریعہ رافضی کو مسلح کرنے کے لئے اسلحہ اور کمانڈوز روانہ کئے۔ پاکستان میں رافضی انقلاب برپا کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا گیا۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی جدوجہد کے سوال پر امیر رضا قمی نے فرمایا:

"۱۹۸۵ء میں مولانا حق نواز جھنگوی نے ایرانی عزائم کو بھانپ کر سپاہ صحابہؓ کے نام سے جماعت قائم کی تو اس جماعت کی بازگشت ایرانی حکومت کے اعلیٰ حلقوں میں سنی گئی۔ شروع شروع میں مولانا حق نواز جھنگوی کی آواز کو زیادہ اہمیت نہ دی گئی لیکن جب سپاہ صحابہ کانی پھیلنے لگی تو ایران کے مذہبی حلقوں میں زبردست تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ مولانا حق نواز جھنگوی کی جدوجہد سے ایران کے سنی عوام میں بھی واضح طور پر بیداری محسوس کی جانے لگی تھی۔

قائد ملت جعفریہ مفتی جعفر حسین کی وفات کے بعد مولانا عارف حسین الحسینی آف پاراچنار کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا قائد مقرر کیا گیا انہوں نے اپنی نامزدگی کے بعد پشاور شہر میں اپنی جماعت کا بہت بڑا سیکرٹریٹ قائم کیا جس میں عارف حسینی کے نام سے ایک بہت بڑے مدرسے کا پروگرام بھی شامل تھا۔ عارف حسینی چونکہ پارا چنار کا رہنے والا تھا۔ اسے پشتو زبان سے زیادہ واقفیت نہ تھی۔

انہوں نے ملت جعفریہ کا پیغام عام پٹھانوں تک پہنچانے کے لئے کسی پشتون عالم کی ضرورت محسوس کی اس مقصد کے لئے اس نے علامہ خمینی کو ایک خط لکھا کہ ہمارے پاس پشتو جاننے والا عالم بھیجا جائے۔ میں اس وقت قم یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ عارف حسینی کی ڈیمانڈ پوری کرنے کے لئے میرا نام تجویز کیا گیا۔ فوری طور پر مجھے تین دن کی خاص تربیت دیکر پشاور کے لئے روانہ کردیا گیا۔

خاص تربیت کے سوال پر امیر رضا قمی نے کہا میری تربیت میں یہ بات سب سے اہم تھی کہ میں پٹھان قوم کے اندر رافضی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کی جدوجہد کروں اور پٹھان قوم کے بچے چونکہ ابتداء سے ہی اسلحہ وغیرہ سے آشنا ہوتے ہیں اس لئے خاص کر پٹھان نوجوانوں کو مسلح جدوجہد میں شامل کرنے کے لئے مجھے خاص حکم دیا گیا تھا۔

اس وقت آج سے قریباً بیس سال قبل مجھے پندرہ ہزار روپے ایران حکومت اور دس ہزار روپے عارف الحسینی کی طرف سے بطور تنخواہ دینے کا حکم ہوا۔

میرے مشن میں پٹھان قوم کے دیہاتوں خاص طور پر قریہ قریہ جاکر ایرانی انقلاب کے فوائد بیان کرتا اور

۱۹۸۵ء میں مولانا حق نواز جھنگویؒ نے ایرانی عزائم بھانپ کر سپاہ صحابہ کے نام سے جماعت قائم کی تو اس کی بازگشت ایرانی حکومت کے اعلیٰ حلقوں میں بھی سنی گئی

امام خمینی کو عالم اسلام کا سب سے بڑا رہبر اور نجات دہندہ ثابت کرنا شامل تھا۔

پشتون علاقے کے دیہاتوں کا دورہ کرنے کے بعد میں نے عارف حسینی کو مشورہ دیا کہ آپ ہر جگہ اہل بیت کی بات کرتے ہیں۔ پاکستان میں چونکہ سنی اکثریت ہے پاکستان کے لوگ اہل بیت کے نام پر زیادہ متحرک نہیں ہو رہے جب ہم خمینی کے ساتھ اہل بیت کا ذکر کرتے ہیں تو لوگ ہمیں رافضی جان کر ہماری بات توجہ سے نہیں سن رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ ان لوگوں کو کوئی ایسا نعرہ دیا جائے جس کی طرف عام لوگوں کی بھی توجہ ہو جائے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو پھر کیا نعرہ ہونا چاہیے...... میں نے کہا اگر آپ فقہ جعفریہ کی بات کریں گے تو لوگ توجہ نہیں دیں گے اگر آپ ایرانی انقلاب پاکستان میں برپا کرنا چاہتے ہیں تو پھر فقہ جعفریہ کا نام استعمال نہ کریں بلکہ ایسا

جہاں سنی آبادی بہت زیادہ متاثر ہوئی ہے وہاں پر ملت جعفریہ کو پوری طرح منظم کرنے میں بہت زیادہ مدد ملی ہے۔ ان کانفرنسوں کا سب سے زیادہ اور فوری فائدہ (کالعدم) سپاہ صحابہ کی یلغار کے آگے بند باندھنے میں بڑی مدد ملی۔

مرحلے میں آیت اللہ خمینی کی کتاب ''ولایت فقیہ'' کا اردو ترجمہ کر کے جماعت اسلامی کی طرف سے شائع کرنے کی حامی بھر لی۔ اس مقصد کے لئے سید اسعد گیلانی کو ابتدائی کام شروع کرنے کے لئے میری موجودگی میں علامہ عارف الحسینی کے ذریعے دس لاکھ روپے ادا کئے

> **آج سے ۲۰ سال قبل مجھے ایرانی حکومت کی طرف سے ۱۵۰۰۰ روپے اور عارف الحسینی کی طرف سے ۱۰،۰۰۰ روپے بطور تنخواہ دیئے جاتے تھے**

ان کانفرنسوں کی کامیابی کے بعد پاکستان کی بیوروکریسی اور فوج کے بڑے بڑے رافضی افسران نے علامہ عارف حسینی کو نہ صرف مبارکبادیں دیں بلکہ حیران کن مثبت نتائج سے بھی آگاہ کیا۔

ان کانفرنسوں کے بعد روپے پیسے کے لالچ میں

گئے۔ اس وقت جماعت اسلامی کے راہنماؤں نے مودودی کی ''خلافت و ملوکیت'' کا فارسی ترجمہ کر کے ایرانی حکومت کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کرنے پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا آپ کے قائد خمینی ہمارے قائد اور ہمارے قائد مودودی آپ کے قائد ہیں۔ (جاری ہے)

> **غیر شیعہ تنظیموں اور مکاتب فکر کے علماء کرام سے رابطہ کے لئے مجھے ذمہ داری سونپی گئی اس سلسلے میں جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما سید اسعد گیلانی سے منصورہ میں ملاقات ہوئی اور اسے اپنے خرچے پر ایران میں خمینی و دیگر رہنماؤں سے ملوایا گیا**

نام ہو جو سب کے لئے یکساں ہو ہم نے غور و خوض کے بعد ''اتحاد بین المسلمین'' کے نام سے تنظیم قائم کی۔ میں نے کہا آپ تقیہ کر کے (اس سے آپ کو بے شمار ثواب بھی حاصل ہوگا) اس تنظیم کے زیر اہتمام ''قرآن و سنت'' کے عنوان سے پورے ملک میں کانفرنسوں کا اہتمام کریں۔ اس سے سنی عوام بھی آپ کی بات غور سے سنیں گے میری اس تجویز کو بہت پسند کیا گیا اور اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے پورے ملک کے اندر قرآن و

بہت سی سنی تنظیمیں اور سنی علماء حتیٰ کہ جماعت اسلامی کی پوری قیادت خمینی انقلاب اور امام خمینی کی زبردست حامی بن کر میدان میں آگئی اور یہ جماعت خمینی انقلاب کو پاکستان کے اندر برآمد کرنے کے لئے جدوجہد کے لئے مکمل طور پر تیار ہو گئی۔

پاکستان کی غیر رافضی جماعتوں اور غیر رافضی مکاتب فکر کے علماء سے رابطہ کے لئے مجھے ذمہ داری سونپی گئی۔ اس سلسلہ میں ہم نے ایک وفد کی صورت میں

> **شیعہ رہنما عارف الحسینی کی ڈیمانڈ پوری کرنے کے لئے خاص تربیت دیکر مجھے پاکستان بھیجا گیا**

سنت کے نام سے کانفرنسوں کا پروگرام ترتیب دیا گیا جن میں ایرانی انقلاب اور خمینی کو عالم اسلام کے سب سے بڑے رہبر کے طور پر پیش کرنا تھا۔ جس کے تحت بڑی بڑی قرآن و سنت کانفرنسیں لاہور، کراچی، بھکر، ڈیرہ اسماعیل خان، ملتان، کوئٹہ اور پشاور میں منعقد ہوئیں۔ ان کانفرنسوں کے نتائج پر غور کرنے کے لئے ہمارا اجلاس ہوا تو اس اجلاس میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ ان کانفرنسوں کے بے شمار فوائد سامنے آ گئے ہیں اس سے

جماعت اسلامی کے مرکزی راہنما سید اسعد گیلانی سے منصورہ میں ملاقات کی اور علامہ عارف حسینی کا پیغام پہنچایا۔ پہلی فرصت کے اندر میں سید اسعد گیلانی کو ایک اعلیٰ قیادتی وفد کے ساتھ اپنے خرچے پر ایران لے گیا۔ وہاں آیت اللہ خمینی کے علاوہ دیگر اعلیٰ انقلابی رہنماؤں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سید اسعد گیلانی کو ایرانی انقلاب اور عالم اسلام کے سب سے بڑے رہبر خمینی کے موضوع پر کتاب لکھنے کے لئے کہا گیا۔ سید اسعد گیلانی نے پہلے

فرمانِ امیر عزیمتؒ

صحابہ کرامؓ کی ناموس کا تحفظ ہمارا اولین مقصد ہے، کیونکہ صحابہ کرامؓ کی عظمت سے اسلام اور شریعت کی بالادستی کا تصور قائم ہوگا۔

(فروری ۱۹۸۶ء دفاع صحابہؓ کانفرنس جھنگ)

(مراسلہ: محمد یوسف چوہان، ۱۸۔اے ٹکڑا ساہیوال)

خلافت راشدہ سے متعلق معلومات کیلئے

ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' سے متعلق تمام معلومات حاصل کرنے کیلئے اب آپ کسی بھی وقت درج ذیل موبائل نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

0300-7610220

حافظ عبدالغفار، سرکولیشن مینجر

تحقیق و تجسس

حافظ محمد اقبال تحر

سلسلہ نمبر ۱۵

محترم قارئین! ''خلافت راشدہ'' کا مقبول ترین سلسلہ ''تحقیق و تجسس'' پیش خدمت ہے۔ صحابہ کرامؓ کی جامع اضداد زندگی اپنے اندر کمالِ اعتدال لئے ہوئے ہے۔ صحابہ نفس کی حیلہ جوئیوں اور راحت طلبیوں سے کنارہ کش ہو کر عزم صادق کے ساتھ ہمہ تن مرضیات ہی اور سنن نبویؐ کی پیروی میں مستغرق ہو گئے۔ اس امع اضداد زندگی کا نمایاں اور حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ وہ درویش کامل بھی ہیں اور شاہی قبا بھی زیب تن ہے۔ ممالک بھی فتح کر رہے ہیں اور فقیری کی خو بھی بد ستور قائم ہے۔

معزز قارئین! آیئے اب تذکرہ کرتے ہیں آپ کے انعامی خطوط کا، اس دفعہ پہلے انعام کے مستحق قرار پائے ہیں خوشاب سے جناب حافظ محبوب الرحمٰن صاحب انہیں علامہ فاروقی شہیدؒ کی خوبصورت تصنیف ''ستارے چاند کے'' ارسال کی جا رہی ہے۔ دوسرے انعام کے حقدار ٹھہرے ہیں بھوانہ بازار فیصل آباد سے جناب قاری محمد اشرف علی ناصر صاحب انہیں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی کتاب ''خلافت ورلڈ آرڈر'' بھیج رہے ہیں۔ تیسرے انعام کے لئے قرعہ فال جناب حبیب الرحمٰن عکاشہ صاحب آف خوشاب کے نام نکلا ہے انہیں مولانا جعفر تھانسیریؒ کی یادگار تصنیف ''تاریخ کالا پانی'' روانہ کی جا رہی ہے جب کہ جناب حافظ محمد اسلم میو صاحب آف راجن پور کے نام چھ ماہ کے لئے ''خلافت راشدہ'' اعزازی جاری کیا جا رہا ہے۔

قارئین کرام! تحقیق و تجسس سلسلہ نمبر 15 حاضر خدمت ہے۔ سوالات پڑھیے، جوابات دیجئے، انعامات حاصل کیجئے اور اپنے ایمان کو جلا بخشیے، آپ کے جوابی خطوط کا تیتی آراء کا بڑی بے چینی سے انتظار رہے گا۔ والسلام

سوال نمبر 1:۔ وہ کون سے صحابی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دو سال بعد پیدا ہوئے، نیز آپ کو رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں سترہ نمازوں کی امامت کا شرف بھی حاصل ہے؟

سوال نمبر 2:۔ ''مراد مصطفٰے'' سے مراد کون سے صحابی ہیں؟

سوال نمبر 3:۔ 35 ہزار درہم میں ''بیر رومہ'' نامی کنواں خرید مسلمانوں کیلئے وقف کرنے والے صحابی کا نام بتایئے؟

سوال نمبر 4:۔ ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہونے والے خلیفہ راشد کا نام بتایئے؟

سوال نمبر 5:۔ والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہؓ تھا، صحابی کا نام بتایئے؟

سوال نمبر 6:۔ عمرو بن جرموز کے ہاتھوں شہید ہونے والے صحابی کا نام بتایئے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے؟

سوال نمبر 7:۔ وہ کون سے صحابی ہیں جو واقعہ فیل کے دسویں سال پیدا ہوئے، 75 برس کی عمر میں 31 ہجری میں انتقال فرمایا، حضرت عثمان غنیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے؟

سوال نمبر 8:۔ 19 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، فاتح عراق و ایران کہلائے، نیز آپؓ کو اسلام کے پہلے تیر انداز ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، نام بتایئے؟

سوال نمبر 9:۔ صحابی رسول کا نام بتایئے جنہوں نے اپنی بیوی فاطمہ بنت خطابؓ کے ہمراہ اسلام قبول کیا؟

سوال نمبر 10:۔ غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں پیوست زرہ کی دو کڑیاں نکالتے ہوئے کس صحابی کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے؟

تحقیق و تجسس سلسلہ نمبر 14 کے درست جوابات

(1) بنو عدی (2) عبدالعزیٰ (3) ضجنان (4) منگل (22 جمادی الثانی 3 ہجری) (5) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (6) دو بار (7) پانچویں پشت میں عبد مناف پر (8) فیروز کا تعلق ''ایران'' سے تھا، ''معرکہ نہاوند'' میں گرفتار ہوا اور غلام بنا کر مدینہ لایا گیا۔ (9) زہرا (10) فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم

تحقیق و تجسس میں حصہ لینے والے قارئین کے اسمائے گرامی

بنت محمد یونس، خوشاب۔ حافظ محمد اسلم میو، داجل راجن پور۔ حافظ عبدالروف، برج مہالم چوکی۔ حافظ عامر محمود ملکہ گجرات۔ محمد عامر سہیل میر پور بھاگل ضلع مظفر گڑھ۔ محمد فیاض معاویہ، حمید ضلع اٹک۔ محمد عمر ساقی چک 67 خان پور۔ قاری محمد موسیٰ فاروقی بھکر۔ قاری عبدالرشید ڈنور، صابر حسین ڈنور، حافظ خلیل احمد داجہ، داجل ضلع راجن پور، غلام صدیق ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔ انعام الحق صدیقی، ابوحمزہ خالد محمود طاہر، محمد طلحہ، عبدالرحمٰن، عدنان احمد، عمران اسلام، رائے ونڈ ضلع قصور۔ قاری محمد اسماعیل شاکر، بستی کوکار ڈیرہ اسماعیل خان۔ حافظ محمد حیات فیصل آباد۔ حافظ محمد فیاض معاویہ جامعہ حنفیہ بوریوالہ۔، حافظ محمد آصف قصور۔ قاری شفیق احمد جامعہ عثمانیہ کھپرو ضلع سانگھڑ سندھ۔ حافظ محمد جمیل رحیمی قصور۔ حافظ ساجد سعید A.L-/189 ساہیوال۔ محمد وقاص سعید 11.L/14 چیچہ وطنی، صفدر حسین خان معاویہ تاجیوالہ لودھراں۔ ناصر عظیم گوجرانوالہ۔ محمد عمر فاروق اسلام آباد۔ حافظ محمد افضل یعقوب جامعہ حنفیہ بوریوالہ۔

(ضروری نوٹ:۔ زیر نظر سلسلہ نمبر 15 کے جوابات میں ایک خاص تسلسل پایا جاتا ہے۔ صرف دو لفظوں میں بتایئے وہ خاص تسلسل کیا ہے؟ اس کے لئے علیحدہ صفحہ استعمال کریں۔ درست جواب دینے والے کو 500/ روپے انعام دیا جائے گا ایک سے زائد درست جواب موصول ہونے کی صورت میں فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے ہوگا)۔

☆☆☆☆☆

حاجی عبدالغفار کے بھائی حافظ مختار الحق کی وفات پر حافظ عبدالحمید (برطانیہ) کا اظہارِ تعزیت

حاجی عبدالغفار (سرکولیشن منیجر خلافت راشدہ) کے بھائی حافظ مختار الحق کی وفات پر حافظ عبدالحمید صدر کالعدم سپاہ صحابہ برطانیہ نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ حافظ مختار الحق کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

بزم قارئین

☆.....ناصر عظیم کا اظہار خیال گوجرانوالہ سے ''فروری کے شمارے میں شروع کے صفحات میں فرمان الٰہی، فرمان رسولؐ اور اصحابؓ رسولؐ کے بعد فکر جھنگوی شہیدؒ اور علامہ فاروقی شہید نے فرمایا دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھا اگر آپ اس کے ساتھ ساتھ ''فرمودات اعظم طارق شہیدؒ'' عنوان کے تحت مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی تقاریر سے کوئی اقتباس شامل کر لیا کریں تو یہ ایک خوشگوار اضافہ ہوگا سید امیر رضا شاہ قتی کی تحریر ''باطل کو پہچانیے'' ایک چشم کشا تحریر تھی جس میں باطل کے چہرے سے پردہ اٹھایا گیا ہے، ان کے انٹرویو کا انتظار رہے گا مولاناؒ محمد اعظم طارق شہیدؒ کے بھائی مولانا محمد عالم طارق مدظلہ کا انٹرویو بہت پسند آیا، گزارش ہے کہ مولانا محمد الیاس بالاکوٹی، ڈاکٹر منظور احمد شاکر اور حال ہی میں رہا ہونے والے جھنگ کے ساتھی حاجی منیر احمد شاہد عرف کالا پہلوان کے انٹرویوز بھی شائع کیے جائیں۔ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ سیدنا عثمان غنیؓ اور حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل کے حالات زندگی پر بڑے خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی گئی ابن علی کا کالم ''کرے کوئی بھرے کوئی'' اپنے اندر کشش کا ساماں لئے ہوئے تھا۔ یقیناً یہی کچھ ہو رہا ہے جس بات کی اس کالم میں نشاندہی کی گئی ہے۔ بہر حال حق اور باطل کبھی بھی گڈمڈ نہیں ہوسکیں گے مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب کی تحریر ''امیر عزیمت کی حق گوئی'' اور مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب کی تحریر ''انہونی بات'' یقیناً عمدہ تحریریں تھیں۔ غازی شیخ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے حوالے سے حافظ محمد اقبال سحر کی تحریر ''قابل دید تیری طرز ادا ٹھہری ہے'' ان کی یاد کو تازہ کر گئی ہے ایک بار پھر غازی حق نوازؒ کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے ہے، ان کی یہ قربانی رائیگاں نہیں جائے گی حافظ ناصر حسن جھنگوی ''معصر حاضر کی تقاضے اور علماء کی ذمہ داری'' جبکہ محمد معاویہ حیدری ''اخلاق کی اہمیت'' کے ساتھ براجمان تھے۔ محمد الطاف منہاس'' شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات'' کے عنوان سے معروف کالم نگار عرفان صدیقی سے مخاطب تھے اور بڑے خوبصورت انداز میں انہیں حقائق سے آگاہ کر رہے تھے۔ دیکھیے عرفان صدیقی صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔ بہر حال محمد الطاف منہاس نے ہمیں میڈیا پر نظر رکھنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حافظ محمد ندیم قاسمی نے ''صحابہؓ دشمنی کا انجام'' کے حوالے سے سیالکوٹ میں ایک تبرائی کے مرنے کا واقعہ تحریر کیا ہے، جس میں بتایا گیا کہ مرنے کے بعد اس کی لاش کس طرح مسخ ہوئی اور کس طرح اس کی قبر ڈھے گئی۔ صحابہ کرامؓ سے دشمنی کا انجام تو یہی ہونا تھا بہر حال صحابہؓ سے دشمنی رکھنے والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے مولاناؒ حق نواز جھنگوی شہید کے یوم شہادت کی مناسبت سے محمد اعظم قریشی، محمد عتیق الرحمٰن کی تحریریں بھی پسند آئیں۔ قاری اعجاز احمد عابد کی تحریر ''صحابہ کرامؓ دنیا کے بہترین انسان'' حافظ ظہیر عباس انور'' کاشمیری کی تحریر ''وارثین علوم نبوت کا خون اتنا سستا کیوں؟ عمدہ کاوش تھی۔ بچوں کے لئے اس دفعہ محمد سلمان قریشی کی ایمان افروز تحریر'' حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت ہشام بن العاصؓ'' اپنے اندر قربانی دینے کا جذبہ سموئے ہوئے تھی۔ مستقل سلسلے تحقیق و تجسس'' ایڈیٹر کی ڈاک اور آخر میں خوبصورت انداز میں قارئین کے خطوط سے ترتیب دیا گیا سلسلہ'' بزم قائین'' بھی کسی دلچسپی سے خالی نہ تھا۔''

☆.....زاہد محمود زاہد کا سیر حاصل تبصرہ، فیصل کالونی چکڑالہ میانوالی سے ''جنوری و فروری کے شمارے میرے سامنے ہیں انہیں دیکھ کر ہی خوشی دوچند ہے۔ اپنے اندر موجود مواد کے اعتبار سے رسالہ کسی بھی طرح اپنے معیار سے کم نہیں۔

جنوری کے شمارہ میں قاری عبدالغفار سلیم صاحب کے برادر اکبر کی رحلت کا پڑھ کر انتہائی صدمہ ہوا قاری صاحب کے لئے جرنیل ملت اسلامیہ کی جدائی کیا کم تھی کہ اُن کے بھائی کی وفات نے اُن کے صدمے کو دوچند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ اور قاری صاحب کی مساعی جمیلہ کو اُن کے حق میں صدقہ جاریہ بنا دے (آمین ثم آمین)۔

جنوری کے شمارہ میں قائد ملت اسلامیہ علامہ حیدری صاحب، جنرل حمید گل صاحب اور حافظ عبدالحمید صاحب کے انٹرویوز کافی دلچسپ اور اہم تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر لکھا گیا مضمون بہت پسند آیا۔ اس کے علاوہ شہید ملت اسلامیہ علامہ فاروقی شہیدؒ سے متعلقہ مضمون بھی کافی معیاری تھے۔ خاص طور پر فاروقی شہیدؒ کی تقاریر پر مشتمل تحریر نے تو پرانی یادیں تازہ کر دیں شورش کاشمیری کے بے باک قلم سے امیر شریعت کی سیرت کا جو پہلو شمارہ میں شامل تھا اُس کے بارے میں یہی کہوں گا کہ یہ بہت ہی خوبصورت انتخاب تھا باقی تمام مضامین بھی اپنی جگہ بہت ہی اہم تھے البتہ جرنیل اوّل مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ کی شہادت کی نسبت سے کوئی مضمون نہ پا کر بہت کمی محسوس ہوئی۔ اُمید ہے آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ فروری کا شمارہ جنوری کے شمارہ کی نسبت مضامین کے اعتبار سے کافی بہتر تھا۔ مولانا محمد عالم طارق صاحب کا انٹرویو کافی پر مغز تھا۔ اور ضرورت کے عین مطابق تھا۔ سید امیر رضا شاہ کی کا مضمون ''باطل کو پہچانئے'' حالات حاضرہ کے تناظر میں عالمی ضمیر کو جھنجوڑنے کی بڑی خوبصورت کوشش تھی۔ علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور غازی شیخ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی نسبت سے لکھے گئے مضمون مایوسی کی اس اندھیری رات میں روشنی کی خوبصورت کرن تھے ابن علی کے قلم سے ایم ایم اے کے قائدین کو آئینہ دکھانے کی جو کوشش کی گئی وہ قابل تحسین تھی صاحب طرز ادیب اور معروف کالم نگار جناب عرفان صدیقی صاحب کی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کی جو کوشش چکوال سے محمد الطاف منہاس صاحب نے کی اُس پر میں اُن کو خصوصی طور پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ عرفان صدیقی صاحب کی شخصیت آج مفاد پرستانہ دور میں یقیناً مینارہ نور کی سی ہے اُنہوں نے افغانستان پر امریکی یلغار سے لے کر آج تک اپنے قلم کو باطل پر حق کی ملمع کاری کرنے والوں کے خلاف برہنہ تلوار بنایا ہے۔ اسلام اور مجاہدین اسلام پر کڑا وقت تھا تو ادیبوں اور دانشوروں کی لمبی قطار میں یہی ایک فرد تھا کہ جس کی تحریر سے باطل سے نفرت کے شرارے پھوٹتے تھے۔ جب نام نہاد دانشوروں کی پوری ٹیم قصر شاہی کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکا کر سر بسجود ہو چکی تھی۔ اور ضیاء الحق مرحوم کی گیارہ سالہ ''آمریت'' کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے بھی ''پرویز اور ہمنواؤں'' کو پروٹیکشن دے رہے تھے۔ اُس وقت بھی عرفان صدیقی ہی تھے جنھوں نے وقت کے فرعونوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ملک کی اکثریت کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا دراصل ایسے دانشوروں کو جو صاحب بصیرت بھی ہوں واضح ثبوت پیش کر کے اُن کو اُن کے سابقہ نظریہ سے رجوع کرنے کی پُرخلوص کوشش ہونی چاہیے

معاصر اخبارات و جرائد

دستک کیوں نہ دوں.......؟

ابن عبدالغفور چوہدری

روزنامہ "انصاف لاہور" نے 29 فروری 2004ء
ں اشاعت سنڈے میگزین میں دو صفحات (صفحہ
ر 12، 13) پر مشتمل مضمون "معرکہ کربلا تاریخ
ے آئینے میں" شائع کیا ہے۔ مضمون نگار حافظ
د نعمان ہیں۔ میں شروع میں ہی گزارش
ردوں کہ روزنامہ "انصاف" لاہور سنڈے
یگزین میں شائع ہونے والا یہ مضمون کسی بھی
سلمان کے لئے قابل برداشت نہیں ہے۔
س مختصر سے کالم میں مکمل مضمون کا متن تو
ممکن نہیں تاہم چند اقتباس آپ کی نظروں
کے سامنے ہیں جس کا مقصد نشاندہی کرنا
ہے تاکہ آپ لوگ باخبر رہیں۔ دشمنانِ
اصحاب رسول کوئی بھی موقع ہاتھ سے
جانے نہیں دیتے، بچھو کی طرح جب
اور جہاں موقع ملے ڈنک مارنے
سے ذرا بھی نہیں ہچکچاتے مضمون
نگار نے کھلم کھلا صحابہ کرامؓ پر
"تبرا" کیا ہے اور ایسی من
گھڑت داستان پیش کرنے
کی جسارت کی ہے کہ جس کا
حقیقت سے دور کا بھی
واسطہ نہیں۔ یہ مضمون پڑھ
کر رونگٹے کھڑے
ہوجاتے ہیں کہ اخبار
کے ایڈیٹر نے مضمون
کا انتخاب کرتے
وقت آنکھیں بند
کرلی تھیں یا پھر
اس میں بھی شیعی
اثرات پائے
جاتے ہیں۔
مضمون نگار کا تعلق یقیناً اہل تشیع سے ہے
جس کی وجہ سے وہ یہ زہر اُگلنے پر مجبور ہوا۔ مضمون نگار اور
اخبار کے ایڈیٹر یقیناً ناقابل معافی جرم کے
مرتکب
ہوئے ہیں۔ میں حیران و انگشت بدنداں ہوں کہ اتنی
بڑی جسارت کی جرأت کیسے ممکن ہوئی جبکہ ملک میں امن
و امان کی صورتحال پہلے ہی ناگفتہ بہ ہے۔

قارئین محترم! مضمون نگار کے مکمل مضمون پر تبصرہ
کروں، سردست اتنا حوصلہ نہیں ہے، صرف نشاندہی کی
غرض سے عرض کردوں کہ مضمون نگار لکھتا ہے (معاذ
اللہ) "ابوسفیان اور اس کے گھر والوں نے ظاہری طور پر
تو اسلام قبول کرلیا، جبکہ انہیں اندر سے اسلام کو نقصان
پہنچانے کے لئے موقع کی تلاش تھی"۔

روزنامہ انصاف لاہور

29 فروری 2004ء

انصاف سنڈے اسپیشل

ابوسفیان اور اس کے گھر والوں نے ظاہری طور پر تو اسلام قبول کرلیا
جبکہ انہیں اندر سے اسلام کو نقصان پہنچانے کیلئے موقع کی تلاش تھی

خاص مضمون

قارئین کرام!
مضمون نگار نے صرف
سیدنا ابوسفیان رضی اللہ
عنہ کو گالی نہیں دی، بلکہ گھر
والوں کا نام بھی لیا ہے،
گھر والوں میں سیدہ حضرت
ہند رضی اللہ عنہا بھی ہیں، گھر
والوں میں زوجہ رسولؐ، ام
المؤمنین سیدہ اُم حبیبہ (بیٹی ابو
سفیانؓ) بھی ہیں، گھر والوں میں
کاتب وحی سیدنا امیر معاویہؓ اور سیدنا
یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی
ہیں۔ مضمون نگار نے درحقیقت اللہ
تعالیٰ کے اس فرمان کو جھٹلایا ہے
"وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" یعنی اللہ
تعالیٰ نے تمام صحابہ کرامؓ سے بھلائی کا وعدہ
کیا ہے۔

اور حضورﷺ کا یہ فرمان کدھر جائے گا
اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم
اھتدیتم۔ "میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں
جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے"۔

محترم قارئین! یہ واقعہ معمولی نہیں ہے کہ
اسے نظر انداز کردیا جائے۔ دراصل جن لوگوں میں
روافض کے جراثیم سرایت کرچکے ہیں وہ ایسی غلیظ
حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ ایسے لوگوں کا محاسبہ
ضروری ہے۔ ایک عام مسلمان کی نسبت علماء و خطباء پر
زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے اپنے سٹیج سے اس
کے خلاف آواز بلند کریں۔ جس کے دل میں ایمان کی ذرا
سی بھی چنگاری موجود ہے اس کے لئے یقیناً یہ ناقابل
برداشت ہے۔

بقیہ 11

کے جج بڑے بڑے اور نامور وکلاء دانشور صحافی اور تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام ہوں۔

پھر ہماری اور ہمارے مخالف فریق کی قیادت کو بٹھا کر تفصیل سے سماعت کی جائے۔ اگر ایسا ہو جائے۔ میں اللہ پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں اس ملک میں خوشگوار فضاء قائم ہو جائے گی اور ملک کے عوام کو امن و سکون بھی مل جائے گا اور یہ جو سنی اور شیعہ کے حوالے سے کشیدگی پائی جاتی ہے اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور یہ فیصلہ یقیناً ہمارے حق میں ہوگا۔

وسائل نہ ہونے کے باوجود ناسازگار حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے "خلافت راشدہ" کو جاری رکھنا یقیناً ایک بہت بڑا کام ہے

خلافت راشدہ: عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جماعت کے بعض ذمہ دار پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر نظر نہیں رکھ رہے۔ کیا آپ اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: میں نے حال ہی میں ملک میں شائع ہونے والے معروف اخبارات کے ایڈیٹرز سے ان کے دفاتر میں جا کر ملاقاتیں کی ہیں انہوں نے ہمیں خاصی کوریج دی ہے۔ دراصل جماعت بین ہونے کے بعد یہ سلسلہ رک گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم میڈیا پر نہیں ہونگے اس وقت تک آگے بڑھنا مشکل ہوگا۔ یہ ایک رابطے کا بھی ذریعہ ہے۔ لوگ صبح اٹھ کر اخبارات دیکھتے ہیں ہمارے کارکن تو سب سے پہلے جماعت کی خبریں تلاش کرتے ہیں اگر جماعت کی کوئی خبر نہ ہو تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ اب بھی بعض اوقات کارکنوں کی ٹیلیفون کالیں آتی ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ اخبارات میں ہماری خبریں کیوں نہیں آ رہی ہیں۔ درحقیقت جب گورنمنٹ کسی جماعت کو بین کرتی ہے تو ساتھ ہی اخبارات کے ایڈیٹرز کے نام لیٹر جاری کر دیا جاتا ہے کہ بین شدہ جماعت کے ذمہ دار لوگوں کی خبریں شائع نہ کریں۔ اس وقت جو میڈیا پر نظر نہیں آ رہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے جیسے ہی حالات نارمل ہونگے ہم میڈیا پر چھائے ہوئے نظر آئیں گے۔

خلافت راشدہ: قارئین خلافت راشدہ کے نام کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

مولانا محمد احمد لدھیانوی: "خلافت راشدہ" فاروقی شہید کی زندگی کا ایک اہم کارنامہ ہے خلافت راشدہ کے ذمہ داروں نے فاروقی شہید کی شہادت کے بعد جس انداز میں چلایا ہے واقعی یہ مشکل کام تھا۔ وسائل نہ ہونے کے باوجود ناسازگار حالات کا مقابلہ کرنا اور مشکل حالات میں بھی پرچہ کو جاری رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ جس انداز میں چیف ایڈیٹر، ایڈیٹر، سرکولیشن منیجر اور دیگر رفقاء کار نے رسالے کو جاری و ساری رکھا میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

قارئین خلافت راشدہ سے گزارش ہے کہ وہ جماعتی مشن اور کاز کو سامنے رکھتے ہوئے اسے پڑھیں اور دوستوں کو پڑھائیں۔ یہی وہ واحد رسالہ ہے جس میں ہمارے مشن اور کاز کی بات ہوتی ہے۔ کارکنوں کو چاہئے کہ ہر کارکن کے گھر میں رسالہ ہو، یہ ہمارے رابطے کا بھی ذریعہ ہے۔ اس رسالہ کے پڑھنے سے بہت سارے سوالات خود بخود حل ہو جاتے ہیں کارکنوں سے کہوں گا کہ باقاعدہ خریدار بنیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ "خلافت راشدہ" کو ہمیشہ جاری رکھے انتظامیہ کی زندگیوں اور کاموں میں برکت نصیب فرمائے۔

خلافت راشدہ: مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب! آپ کا بے حد شکریہ

بقیہ 12

حال اُس شخص کا سا ہو جاوے جسے شیاطین جن اور شیاطین انس نے زمین میں راہ بھلا دی۔ اب حیرت و پریشانی ہے کہ کدھر جاوے اسے کچھ نہیں سوجھتا کہ کیا کرے۔ اس کے ساتھی اسے آوازیں دے رہے ہیں کہ اے اللہ کے بندے اِدھر آ۔ ہدایت و راہبری ہمارے پاس ہے مگر وہ ایسا حیران ہے کہ ان کی پکار پر دھیان نہیں دیتا۔

ساتھ ہی ان بہکانے والوں سے بھی کہہ دو کہ سچی ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے جسے وہ نصیب کرے۔ الحمد للہ کہ اس نے ہم کو اپنے محبوب کے ذریعہ ہدایت دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تین حکم دیئے۔

(i) ایک یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار رہیں

(ii) دوسری یہ کہ ہم نماز قائم رکھیں کہ ہمیشہ پڑھیں، صحیح پڑھیں اور صحیح وقت پر پڑھیں۔

(iii) تیسرے یہ کہ ہم اپنے رب سے ڈریں۔ گناہوں سے دور رہیں۔ نیک اعمال اختیار کریں کیونکہ ہم سب کو آخر اُس کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ یہ دنیا عارضی چیز ہے۔ ان ہدایتوں کے ہوتے ہوئے ہم تم بدنصیبوں، گمراہوں کی بات کیسے مان سکتے ہیں (تفسیر نعیمی صفحہ ۴۸۰۔ جلد ہفتم)

خلاصہ کلام:۔

مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) یہ آیت اُن مشرکین کے جواب میں اُتری جنہوں نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست کی تھی۔ (عثمانی)

(۲) شیاطین اور کفار مسلمانوں کو بہکانے سے باز نہیں رہتے مسلمان کو چاہئے کہ ہر دم احتیاط سے رہے۔ جب شیطان حضرت آدم (علیہ السلام) کو دھوکہ دینے سے باز نہ رہا اور کفار عرب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بہکانے کی کوشش میں لگے رہے تو ہم کس شمار میں ہیں۔ کوئی شخص اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے۔ (نعیمی)

(۳) بہکانے والے کفار کو ایسا مایوس کن جواب دینا چاہئے کہ وہ دوبارہ ہم کو بہکانے کی ہمت نہ کریں۔ نرم و ڈھیلی بات ان سے ہرگز نہ کی جاوے۔ (نعیمی)

(۴) حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے ہی مقبول بندے ہیں کہ کفار نے انہیں دھوکہ دینے کی کوشش کی تو رب تعالیٰ نے انہیں جواب سکھائے (نعیمی ص/۴۸۱)

(۵) صحابہ کرام خصوصاً جناب ابوبکر صدیقؓ کا ایمان قطعی ہے یقینی ہے، بفضلہ تعالیٰ وہ کسی کے بہکانے سے بہک نہیں سکتے یہ فائدہ اَنَدْعُوْا میں ہمزہ استفہام سے حاصل ہوا۔ خودرو درخت کو جو چاہے توڑ لے مگر کسی کے اگائے ہوئے درخت کو توڑنا مشکل ہے۔ سرکاری باغ کے کسی درخت کو ہاتھ لگانا جیل جانے کا ذریعہ ہے۔ ان حضرات کے دلوں میں رب نے ایمان کا باغ لگایا ہے اسے کون کانٹے چھانٹے۔ (نعیمی)

(۶) حضرت صدیقؓ اور خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مضبوط درخت ہیں جو نہ خود ایمان سے ہٹیں، نہ خود کسی سیلاب میں بہیں، نہ اُس کو بہنے دیں جس پر نظر فرما دیں۔ (نعیمی)

بقیہ 13

☆...... سرمیور ولیم انگریز کہتا ہے "اگر عمرؓ جیسا ایک اور مسلمان فرمانروا خلیفہ پیدا ہو جائے، تو پوری دنیا میں

ہو اسلام آجائے"۔

☆ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے روس میں اسلام پیش کیا تو سٹالن (انگریز) کہنے لگا، کون سا اسلام پیش کرو گے؟ میں نے حضرت عمر فاروقؓ کا دور سامنے رکھا۔ سٹالن (انگریز) کہنے لگا "افسوس قوم مجھے کوئی مار دے گی ورنہ عمرؓ جیسا کوئی حاکم ملک میں پیدا نہیں ہوا"۔

دنیائے عدالت میں تیرا نام رہے گا
فاروقؓ! تیرے نام سے اسلام رہے گا

کارنامہائے زندگی

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساڑھے دس سالہ دور خلافت میں 1036 شہر فتح ہوئے 500 قلعوں پر اسلامی جھنڈا لہرایا گیا، 5000 مساجد تعمیر ہوئیں۔ 900 جامع مساجد تھیں، ہر مسجد میں قرآن کا حافظ، قاری، موذن اور امام مقرر تھا، سب کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ سترہ ہزار (17000) صحابہ کرامؓ و اہل بیتؓ کے بچے حافظ قرآن ہوئے۔ ایک لاکھ قرآن کریم کے نسخے تقسیم ہوئے۔ آپؓ کے دور خلافت میں بائیس لاکھ اکیاون ہزار (22,51,000) مربع میل میں حضرت محمد ﷺ کا اسلام پہنچ چکا تھا۔

آپ کے عدل وانصاف سے مسلم وغیر مسلم ہر کوئی فائدہ اٹھاتا تھا...... آپؓ کے سنہری دور خلافت میں مسلمانوں کی فتوحات وترقی میں اضافہ ہوا...... بلاشبہ یہ زمانہ...... عروج کا زمانہ تھا...... مسلمان اس قدر خوشحال ہو گئے تھے کہ لوگ زکوۃ لے کر نکلتے تھے...... لیکن آسانی کے ساتھ زکوۃ لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔

آپؓ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود اور خدمت و آرام کا بہت خیال رکھتے تھے، ان کی شکایات کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے...... آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے...... لوگوں کی شکایات سنتے اور موقع پر ہی احکامات جاری فرما دیتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساڑھے دس سالہ دور خلافت میں 1036 شہر فتح ہوئے 500 قلعوں پر اسلامی جھنڈا لہرایا گیا، 5000 مساجد تعمیر ہوئیں۔ 900 جامع مساجد تھیں، ہر مسجد میں قرآن کا حافظ، قاری، موذن اور امام مقرر تھا، سب کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ سترہ ہزار (17000) صحابہ کرامؓ واہل بیتؓ کے بچے حافظ قرآن ہوئے۔ ایک لاکھ قرآن کریم کے نسخے تقسیم ہوئے۔ آپؓ کے دور خلافت میں بائیس لاکھ اکیاون ہزار (22,51,000) مربع میل میں حضرت محمد ﷺ کا اسلام پہنچ چکا تھا۔

آیئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سنہری کارناموں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں۔ ۱۔ سن ہجری جاری کیا۔ ۲۔ فوجیں مرتب کیں۔ ۳۔ نئے شہر بسائے۔ ۴۔ محاکم و دفاتر بنائے۔ ۵۔ بیت المال قائم کیا۔ ۶۔ عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔ ۷۔ بیت المال سے تمام مسلمانوں کے لئے حسب حیثیت تنخواہیں مقرر کیں۔ ۸۔ پیمائش جاری کی۔ ۹۔ نہریں کھدوائیں۔ ۱۰۔ مردم شماری کرائی۔ ۱۱۔ محکمہ پولیس قائم ہوا۔ ۱۲۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ ۱۳۔ مکہ سے مدینہ تک مسافروں کے آرام کے لئے مکانات تعمیر کروائے۔ ۱۴۔ پرچہ نویس مقرر ہوئے۔ ۱۵۔ مختلف شہروں میں مہمان خانے بنوائے۔ ۱۶۔ گمشدہ بچوں کے لئے روزینے مقرر ہوئے۔ ۱۷۔ جیل خانہ قائم ہوا۔ ۱۸۔ دریا کی پیداوار پر محصول لگایا۔ ۱۹۔ اصلاح کے لئے دُرّے کا استعمال ہوا۔ ۲۰۔ مکاتب و مدارس قائم ہوئے۔ ۲۱۔ مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام ہوا۔ ۲۲۔ راتوں کو گشت کر کے رعایا کا حال دریافت کرنے کا طریقہ اختیار فرمایا۔ ۲۳۔ تجارت کے گھوڑوں پر زکوۃ مقرر کی۔ ۲۴۔ شراب کی حد کیلئے 80 کوڑے سزا مقرر ہوئی۔ ۲۵۔ امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

ان کے علاوہ بے شمار کارنامے سرانجام دیئے، جن کا زمانہ معترف ہے اور امت مسلمہ کے لئے بہترین مشعل راہ ہیں۔

شہادت

ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل اسلامی سلطنت پر اسلامی پرچم لہرانے والے عظیم ہیرو، اسلامی تاریخ کے ناقابل شکست و ناقابل تسخیر سپہ سالار، امیر المومنین، مراد پیغمبر 27 ذوالحجہ 23 ہجری کو نماز فجر پڑھاتے ہوئے مجوسی غلام ابو لولو فیروز کے ہاتھوں شدید زخمی ہوئے۔ فیروز نے آپ پر خنجر سے چھ وار کیے۔ آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا اور خود زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نماز پڑھائی...... فیروز پکڑا گیا اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کر لی۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں، جب ابولولو فیروز ایرانی نے خنجر مارے اور حضرت عمرؓ زخمی ہوئے...... معلوم ہوتا تھا، عمرؓ زخمی نہیں ہوئے پورا مدینہ زخمی ہو گیا ہے...... خلافت زخمی ہو گئی ہے...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام زخمی ہو گیا ہے......

سیدنا حضرت عمرؓ تین دن کے بعد یکم محرم الحرام 24 ہجری کو ہفتہ کے روز انہی زخموں سے شہید ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپؓ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی...... حضرت عبدالرحمٰنؓ حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قبر میں اتارا...... اور روضہ نبوی ﷺ میں خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں، جب ابولولو فیروز ایرانی نے خنجر مارے اور حضرت عمرؓ زخمی ہوئے...... معلوم ہوتا تھا، عمرؓ زخمی نہیں ہوئے پورا مدینہ زخمی ہو گیا ہے...... خلافت زخمی ہو گئی ہے...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام زخمی ہو گیا ہے......

مولانا ابوالکلام آزاد مزید لکھتے ہیں، جب تین دن کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو تین سو یتیم بچے، لولے لنگڑے، بیوہ، اندھے، غریب، ضعیف، گھسٹ گھسٹ کر حضرت عمرؓ کے دروازے پر پڑے تھے...... اور کہہ رہے تھے "اللہ مامات امیر المومنین مات ابونا"...... مدینے والو! امیر المومنین کا جنازہ نہیں اٹھ رہا، ہم یتیموں کے ابا کا جنازہ اٹھ رہا ہے...... آج ہم یتیم ہو گئے ہیں...... ستر بیوہ عورتوں کے ہاتھ جھونپڑیوں سے اٹھے ہوئے تھے...... کہہ رہی تھیں، اے عرش والے! ہماری زندگیاں عمرؓ کو دے دیا، ہمارے اللہ آج اگر عمرؓ شہید ہو گیا...... تو ہم اندھی اور بیواؤں کی حفاظت کون کرے گا؟...... اے اللہ! آج عمرؓ کے جانے سے ہماری جھونپڑیاں ویران ہو گئی ہیں۔

دعائے مغفرت کی اپیل

کالعدم سپاہ صحابہ خوشاب کے سرگرم رکن محمد سلیم رضا گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ مرحوم ایک نیک سیرت اور ہمدرد انسان تھے۔

بقیہ 14

رجوع کیا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے ان سے پوچھا کہ قیدی کو رہا کرانے کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا ان لوگوں پر جن کی حمایت میں لڑا ہو۔ ایک اور موقع پر ابن زبیرؓ نے ان سے استفتاء کیا کہ شیر خوار بچہ کا وظیفہ کب واجب ہوتا ہے انہوں نے فرمایا پیدائش کے فوراً بعد جب بچے کے منہ سے آواز نکلتی ہے اس کا وظیفہ واجب ہو جاتا ہے۔

سیدنا حضرت حسینؓ دینی علوم کے علاوہ اس عہد کے عرب کے مروجہ علوم میں بھی پوری دسترس رکھتے تھے۔ ان کے تبحر علمی، علم وحکمت اور فصاحت وبلاغت کا اندازہ ان کے خطبات سے کیا جا سکتا ہے جن میں سے کچھ آج بھی کتب سیر میں محفوظ ہیں۔ فضائل اخلاق کے اعتبار سے سیدنا حسینؓ پیکر محاسن تھے عبادت و ریاضت ان کا معمول تھا۔ قائم اللیل اور دائم الصوم تھے فرض نمازوں کے علاوہ بکثرت نوافل پڑھتے تھے۔ ان کے فرزند حضرت علی زین العابدینؒ کا بیان ہے کہ وہ شب و روز میں ایک ایک ہزار نمازیں (نوافل) پڑھ لیتے تھے روزے بکثرت رکھتے تھے اور سادہ غذا سے افطار فرماتے تھے۔ حج بھی کثرت سے کرتے تھے اور وہ بالعموم پاپیادہ ایک روایت کے مطابق انہوں نے پچیس حج پاپیادہ کیے۔ (تہذیب الاسماء امام نوویؒ)

ذریعہ معاش:۔

سیدنا حضرت حسینؓ مالی حیثیت سے نہایت آسودہ حال تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں ۵ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا جو انہیں حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک برابر ملتا رہا۔ سیدنا حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے ان کے لئے دو لاکھ درہم سالانہ مقرر کرا دیے تھے۔ اس مرفہ الحال کے باوجود ان کی زندگی پر فقر و زہد کا اثر نمایاں تھا۔ اپنا مال کثرت سے راہ خدا میں لٹاتے رہتے تھے، کوئی سائل ان کے در سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ بعض مرتبہ غرباء کے گھروں میں خود کھانا پہنچاتے تھے۔ اگر کسی قرض دار کی سقیم حالت کا پتہ چلتا تو خود اس کا قرضہ ادا کر دیتے تھے۔

سخاوت اور دریادلی:۔

ایک دفعہ نماز میں مشغول تھے گلی میں ایک سائل کی آواز کانوں میں پڑی۔ جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے۔ صدا دینے والے سائل کی خستہ حالی دیکھی تو اپنے خادم قنبر کو آواز دی وہ حاضر ہوئے تو پوچھا ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے؟ قنبر نے جواب دیا آپ دو سو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لئے دیے تھے وہ ابھی تقسیم نہیں کیے گئے ہیں۔ فرمایا یہ ساری رقم لے آؤ اہل بیت سے زیادہ ایک مستحق آ گیا ہے قنبر نے دو سو درہم لا کر پیش کیے تو سب کے سب سائل کو دے دیے اور ساتھ ہی معذرت کی کہ اس وقت میرا ہاتھ خالی ہے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکا۔

صدقہ خیرات کے علاوہ اہل علم اور شعراء کی سرپرستی بھی کرتے تھے اور ان کو انعام کے طور پر بڑی بڑی رقموں سے نوازتے رہتے تھے۔

سیدنا حسینؓ کی مجالس وقار اور متانت کا مرقع ہوتی تھیں۔ لوگ ان کا حد سے زیادہ احترام کرتے تھے ان کی سامنے ایسے سکون اور خاموشی سے بیٹھتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور وقار و متانت اور بلند مرتبت کے باوجود سیدنا حسینؓ تمکنت اور خود پسندی سے کوسوں دور تھے اور بے حد حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھے۔ نہایت کم حیثیت کے لوگوں سے بھی خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں کچھ فقراء کھانا کھا رہے تھے انہوں نے حضرت حسینؓ کو دیکھ کر اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی آپؓ سواری سے اتر پڑے اور فرمایا ان اللہ لا یحب المتکبرین "بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ فارغ ہوئے تو ان سب کو دعوت پر بلایا جب وہ لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے گھر والوں کو حکم دیا جو کچھ ذخیرہ ہے وہ سب بھجوا دو۔

دعائے صحت کی اپیل

مولانا حافظ محمد اشرف طاہر ضلعی کنوینر کالعدم ملت اسلامیہ شیخوپورہ کے دادا حکیم مولوی محمد حیات صاحب آج کل عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔ حکیم صاحب حضرت لاہوریؒ کے خاص مریدین میں سے ہیں۔ قارئین خلافت راشدہ اور قائدین سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

ایڈیٹر کی ڈاک

☆..... محمد سیف اللہ عظیمی (خان پور) کی تحریر "کفر سے توبہ کیجئے"، قاری نور الاسلام قاسمی (صوابی) کا مضمون "اہل بیت قرآن کی روشنی میں"، قاری اعجاز احمد عابد (نوشہرہ) کی تحریر "صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز حالات"، حافظ محمد اسماعیل نعمانی کا مضمون "موذن رسول حضرت بلال حبشیؓ" "تقی پور لاہور سے راؤ سرفراز فاروقی کا مضمون 'یہ نازنین درباری علماء' محمد فیاض معاویہ (اٹک) کی ارسال کردہ نظم "خدا دے دین لوں دنیا تے چکایا صحابہ نے" ابو اعظم طارق واظہار الحق ہزاروی کا مضمون "آستین کے سانپ" ام ابوبکر (وزیر آباد) کی تحریر "دشمن اسلام اور ان کا انجام"، محمد قاسم فاروقی (اعوان شریف گجرات) کا مضمون "نوحہ، ماتم اور محبت اہل بیت نبویؐ" باغ آزاد جموں و کشمیر سے قاری محمد احسان الحق عثمانی کی تحریر "اسلام میں آزمائشیں اور استقلال" محمد بلال (نوشہرہ کھنڈر) کا مضمون "بھائی بھائی بن جاؤ" اور مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی کی تحریر "روح سعید کی قدردانی مبشرات کی زبانی" موصول ہو گئی ہے۔

☆..........قاری محمد ابراہیم صدیقی کی خواہش شاہدرہ لاہور سے "جس طرح آپ نے مولانا عالم طارق مدظلہ مناظر اسلام علامہ علی شیر حیدری مدظلہ سمیت دیگر مختلف قائدین کے انٹرویوز شائع کیے ہیں اسی طرح جناب خالد محمود سرگانہ صاحب ایم۔ پی۔ اے۔ جھنگ، جناب حکیم محمد ابراہیم قاسمی صاحب ایم۔ پی۔ اے سرحد، مولانا مجیب الرحمن انقلابی صاحب مولانا عبدالغفور ندیم صاحب، مولانا خلیفہ عبدالقیوم صاحب مولانا اورنگ زیب فاروقی صاحب کے انٹرویوز بھی شائع کیے جائیں"

حج کی سعادت حاصل کرنے پر مبارک باد

ماہنامہ خلافت راشدہ کے سرکولیشن منیجر جناب قاری عبدالغفار سلیم صاحب حج کی ادائیگی کے بعد واپس آ گئے ہیں ہم انہیں حج کی سعادت حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

حاجی عبدالغفار (سرکولیشن مینجر) کے بھائی

حافظ مختار الحق کی وفات پر اظہارِ تعزیت کے پیغامات

☆......قاری عبدالغفار سلیم صاحب کے بھائی کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ کالعدم سپاہ صحابہ وادی سون کے تمام کارکن آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ (محمد اقبال، محمد خان آزاد، محمد نواز عثمانی، اللہ دتہ صدیقی، محمد اسحاق آزاد، طارق محمود فاروقی، قاری نور زمان، وادی سون ضلع خوشاب)

☆......قاری عبدالغفار سلیم صاحب کے بھائی کی وفات کی خبر سنکر بہت افسوس ہوا اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور سب اہل خانہ کو صبر جمیل عطا کرے۔ دیر سے خط لکھنے پر معذرت چاہتے ہیں۔

(محمد ظہور، الفریدیہ مارکیٹ مری)

☆......سرکولیشن منیجر قاری عبدالغفار سلیم صاحب کے بھائی حافظ مختار الحق کی وفات کا سن کر حد درجہ افسوس ہوا۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ ہم قاری عبدالغفار سلیم صاحب و دیگر عزیز و اقارب کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ (محمد امین چوہان، محمد ابراہیم ڈوٗ، حافظ سہیل احمد، حافظ شمس الدین، عبدالرشید چوہان، A-18 ٹکڑا ہڑپہ ضلع ساہیوال)

☆......قاری عبدالغفار سلیم صاحب کے بھائی مختار احمد کے انتقال کی خبر سن کر بہت صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ اور جملہ احباب و اہل خانہ کو صبر جمیل سے نوازیں۔

(حافظ یحییٰ احمد عاصم کلاچوی دارالعلوم حقانیہ)

☆......ماہنامہ خلافت راشدہ میں قاری عبدالغفار سلیم کے بڑے بھائی کی وفات کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا، ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کے بھائی کی مغفرت فرمائے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ان کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرمائے۔ (آمین) (صوفی محمد شفیع ملتان)

''قاری عبدالغفار سلیم صاحب (سرکولیشن منیجر) کے بھائی کی وفات کا سن کر بہت دکھ ہوا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین'' (قاری شفیق احمد کھپرو ضلع سانگھڑ سندھ)

فکر جھنگوی انٹرنیٹ پر

مشن جھنگوی سے متعلق نامور علماء کرام کی تقاریر، بیانات اور سوالات کا براہِ راست جواب حاصل کرنے کے لئے www.paltalk.com ڈاؤنلوڈ کھول کر Paltalk انسٹال کریں اس کے بعد Language! India & Pakistan پر ڈبل کلک کریں۔ اس کے بعد @@@defending of truth@@@ پر ڈبل کلک کریں گے تو آپ براہ راست چیٹنگ میں شریک ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ مشن جھنگوی شہید کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے (حق چار یار میڈیا سروسز) درج ذیل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

www.kr-hcy.com

حاجی عبدالغفار کے بھائی حافظ مختار الحق کی وفات پر شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام مدظلہ العالی جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک کا اظہار تعزیت

جناب حاجی عبدالغفار صاحب (سرکولیشن منیجر خلافت راشدہ)! آپ کے برادر عزیز حافظ مختار الحق کی وفات کی افسوسناک خبر پڑھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کریم مرحوم کو مغفرت نصیب فرمائے اور آپ سب عزیز و اقارب کو صبر جمیل نصیب فرمائے آمین۔ ممتاز خان راٹھور، سمندر خان، قاری چن محمد، قاری نصیر احمد، حافظ منصب، مسعود خان، تمام احباب کی طرف سے سلام مسنون اور سوگوار خاندان سے اظہار تعزیت۔

پیارے قارئین خلافت راشدہ!

توجہ فرمائیں

محترم پیارے قارئین! ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' کا اجراء مارچ 1990 کو اس وقت کیا گیا، جس وقت کہ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی کو شہید ہوئے ابھی چند روز ہی گزرے تھے۔ اس وقت سے لیکر اب تک ''خلافت راشدہ'' نے مصائب و تکالیف کے سمندر عبور کئے ہیں۔ الحمدللہ تمام تر مشکلات کے باوجود، اس کی اشاعت میں تاخیر ضرور ہوئی ہے، لیکن اشاعت بند نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کے تعاون سے نامساعد حالات میں بھی جاری رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کام اللہ کی مدد اور آپ کے تعاون کے بغیر ممکن نہ تھا۔

اب ہم خلافت راشدہ کو نئے انداز، نئے ولولے اور نئی روایات کے مطابق شروع کرنا چاہتے ہیں، جس کی ہلکی سی جھلک آپ مارچ کے شمارے میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں، ہمیں امید ہے کہ آپ یہ شمارہ پڑھ کر اپنی تجاویز و آراء سے نوازیں گے اور خلافت راشدہ دوسرے مسلمانوں تک پہنچانے میں ہر ممکن کوشش بروئے کار لائیں گے۔ آپ کے محبوب رسالہ کی بروقت ترسیل کیلئے چند ناگزیر تبدیلیاں کی جا رہی ہیں۔ سردست اس کی سالانہ ممبرشپ کیلئے -/165 روپے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز یکم تاریخ تک رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ سالانہ ممبر بنانے کے لئے تعاون کریں گے اور سالانہ ممبرشپ فیس کے اضافے کو خوش دلی سے قبول فرمائیں گے سالانہ ممبرشپ فیس حاصل کرنے کے بعد آپ کا محبوب رسالہ ہر ماہ یکم تاریخ سے پہلے ان شاء اللہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ 5 تاریخ تک رسالہ نہ ملنے کی صورت میں ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ دوسرا رسالہ آپ کو روانہ کیا جا سکے۔ خط و کتابت کرتے وقت سالانہ ممبرشپ نمبر لکھنا نہ بھولئے۔

(ایڈیٹر)